مُتَّکِئِینَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ

حیاتُ الخضر



یعنی

حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کے عجیب و غریب حالات زندگی

جسکو

جناب مولوی احمد مکرم صاحب عباسی چریاکوٹی مصنف حکمۃ بالغہ

نے

سنہ ۱۳۳۴ میں تالیف فرمایا اور سید محفوظ علی البنج منیجر مطبع نے

باجازت

مولف صاحب ممدوح سنہ ۱۳۳۵ ہجری نبوی میں

اپنے

اختر حسن واقف فضل گنج حسب دستخط کے چھاپا

مطبع نمبر ۱۲۷ فخر افضل گنج بلدہ اباد دکن میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین کتاب حیاۃ الخضر

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	صحت لفظ خضر	۱	۱۸	سیاحت	۲٦
۲	خضر کی وجہ تسمیہ	"	۱۹	ہدہد پرندہ	
۳	خضر کا نام و لقب	۲	۲۰	امام ابو قلابہ	"
۴	خضر کے ماں باپ	۳	۲۱	لطیفہ	۲۸
۵	خضر کا زمانہ	۴	۲۲	ہدہد کے تکلم پر اعتراض	"
۶	خضر کے فرزند فرعون ہونے	۵	۲۳	جواب	۲۹
	پر اعتراض		۲۴	تکلم حیوان کی عقلی دلیل	۳۱
۷	اس کے تین جواب	"	۲۵	نطق خاصہ انسانی نہیں	۳۳
۸	خضر و موسے	٦	۲٦	ملکہ بلقیس	۳۵
۹	انکا ذکر قرآن میں	۷	۲۷	بلقیس کا تخت کون لایا	۳٦
۱۰	مباحث	۱۲	۲۸	سرعت رفتار کی بحث	۳۸
۱۱	خضر نبی ہے یا ولی	۱۴	۲۹	خضر و سکندر	۴۰
۱۲	موسی ایک ہیں یا دو	۱۵	۳۰	سکندر و دارا	۴۲
۱۳	موسی پر خضر کی افضلیت	۱٦	۳۱	سکندر اور رای ہند کے تحفے	"
۱۴	مجمع البحرین سے کیا مراد ہے	۱۸	۳۲	سیاحت سکندر	۴۳
۱۵	مچھلی کا زندہ ہونا	۲۰	۳۳	سکندر اور آب حیوان کی تلاش	۴٦
۱٦	آب حیات	"	۳۴	خضر و آب حیوان	"
۱۷	خضر اور سلیمان	۲۲	۳۵	سکندر اور ذو القرنین	۴۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۶	قرآن میں ذوالقرنین کا قصہ	۴۹
۳۷	تحقیقات	۵۱
۳۸	ذوالقرنین کا نام و نسب	۵۱
۳۹	ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ	۵۲
۴۰	کیا ذوالقرنین نبی تھے	۵۴
۴۱	ذوالقرنین کا زمانہ	۵۶
۴۲	ذوالقرنین کی بادشاہت	۵۷
۴۳	ذوالقرنین متعدد تھے	"
۴۴	ذوالقرنین کی وفات	۵۹
۴۵	مغرب الشمس	۶۱
۴۶	آفتاب کا کنڈ میں ڈوبنا	"
۴۷	مطلع الشمس	۶۲
۴۸	بین السدین	"
۴۹	یاجوج و ماجوج	۶۳
۵۰	خضر کا اور ایک واقعہ	۶۶
۵۱	حیات خضر	۶۸
۵۱	زیادتی اور کمی عمر کی بحث	۷۰
۵۳	احادیث حیاۃ خضر	"
۵۴	منکرین حیاۃ خضر کے دلائل	۷۴
۵۵	لطیفہ	۷۷
۵۶	حضرت عیسیٰ	۸۱
۵۷	جبریل کا انسان کی شکل میں آنا	۸۳
۵۸	عیسیٰ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا	۸۴
۵۹	عیسیٰ کا زندہ آسمان پر جانا	"
۶۰	حضرت ادریس	۸۷
۶۱	ادریس کا زندہ آسمان پر ہونا	۸۸
۶۲	حضرت الیاس	"
۶۷	الیاس کا نام و نسب	۸۸
۶۸	خضر و الیاس کا اجتماع مدینہ میں	۹۱
۶۹	خضر کی جائے سکونت	"
۷۰	خضر سے مراد رہبر کامل	"
۷۱	خضر سے مراد پانی کا رب النوع	۹۲
۷۲	ظلمات اور آبحیات کی بحث	"
۷۳	عدل	۹۳
۷۴	جہاں چھ مہینے کا دن چھ مہینے کی رات ہوتی ہو وہاں روزہ اور نماز فرض ہے یا نہیں	۹۵
۷۵	نماز ان مقامات میں ممکن ہے	۹۶
۷۶	روزہ کسی طرح فرض نہیں ہو سکتا۔	۹۸

ختم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت خضر علیہ السلام

صحت لفظ

خُضْر خای معجمہ کے زبر اور ضاد کے سکون کے ساتہہ سبز کے معنی مین ہے جیساکہ قرآن مجید مین ہے مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ یعنی جنتی لوگ جنت مین سبز قالینون پر تکیہ لگائے بیٹھے ہون گے۔

خَضِر خا معجمہ کے زبر اور ضاد کے زیر کے ساتہہ بھی سبز کے معنی مین ہے جیساکہ قرآن مجید مین ہے فَاَخْرَجْنَا مِنْہُ خَضِرًا پہر کویون سے ہم ہی نے ہری ہری ٹہنیان نکال کہڑی کین جن پیغمبر یا ولی کا حال ہم لکہنے بیٹھے ہین اون کا صحیح نام خَضِر ہے لیکن خِضْر بکسر الخاء و باسکان الضاد اور خَضْر بفتح الخاء و اسکان الضاد بھی درست ہے۔ پس خضر کے نام مین تین لغتین ہوئین خَضِر خِضْر خَضْر اور یہہ تینون مستعمل ہین ؎

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل ... کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

ع چہ خط بر د خِضْر از عمر جاودان تنہا ؎

تسلیم لکہنوی } کیسے مثل خِضْر طول بقا ہے ... لکہ عمر ہر دم نارسا ہے

حالی ؎ اپنی جو تو نسی رہین ساری نمازی ہشیار ... اک بزرگ آتے ہین مسجد مین خَضَر کی صورت

مولانا حالی پانی پتی نے اس غزل مین خضر کو خا معجمہ کے کسرہ اور ضاد کے فتحہ کے ساتہہ استعمال کیا ہے۔ غالباً ردیف و قافیہ کی رعایت نے ان کو چوتہی لغت کی ایجاد پر مجبور کیا ورنہ دراصل یہہ صحیح نہین ہے۔

وجہہ تسمیہ خضر

حضرت خضر کا عرف خضر کیون ہوا؟

امام بخاری رح نے یہہ وجہہ لکہی ہے کہ حضرت خضر ایک مرتبہ کسی خشک اور سپید زمین

پر بیٹھ گئے۔ جب اوٹھکر چلے تو وہ ساری کی ساری جگہ سرسبز ہوگئی۔ بعض دوسرے علمائے کرام نے لکھا ہے کہ خضر علیہ السلام جس خشک زمین پر بیٹھ جاتے وہ سرسبز ہوجاتی تھی اسی معجزہ یا کرامت نے آپ کو خضر کا لقب دلوایا۔

نام ونسب

خضر کے نام میں گیارہ مختلف اقوال ہیں۔

پہلا قول۔ قاضی بیضاوی نے بلیان بن ملکان لکھا ہے۔

دوسرا قول۔ بلیا بن ملکان ابن فالغ بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح ع۔ یہ مسلک ابن قتیبہ اور وہب رحمہما اللہ کا ہے۔

تیسرا قول۔ جو علامہ ابن جوزی سے منقول ہے ایلیا ہے۔

چوتھا قول۔ کعب الاحبار نے خضر بن عامیل لکھا ہے۔

پانچواں قول۔ ابن اسحاق اور طبری رح کا ارمیا بن خلقیا ہے۔

چھٹواں قول۔ خضرون بن عیص بتایا گیا ہے۔

ساتواں قول۔ ابن وحیہ نے کتاب مرج البحرین میں صرف عامر لکھا ہے

آٹھواں قول۔ خضرون بن قابیل بن آدم ہے جیسا کہ تاریخ الخمیس میں منقول ہے اس روایت کی بناء پر حضرت خضر حضرت آدم علیہ السلام کے خاص پوتے ثابت ہوتے ہیں

نواں قول یحییٰ بن سلام کا ہے کہ خضر اور الیاس ایک ہی شخص کا نام ہے۔

دسواں قول۔ مقاتل کا ہے کہ خضر اور الیسع ایک شخص تھے ابن جوزی کی بھی قریب قریب یہی رائے ہے۔ لیکن واضح رہے کہ الیاس ع اور الیسع ع کا ذکر قرآن مجید میں وضاحت کے ساتھ ہے۔

گیارہواں قول۔ علامہ قشیری نے لکھا ہے کہ خضر کا اصلی نام احمد اور کنیت ابوالعباس ہے مگر یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کا نام احمد نہیں ہوا" اور اسی پر مورخین کا اتفاق ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ ان اختلافات پر نظر کر کے یہ فیصلہ ہی کرنا دشوار ہے کہ دراصل

خضر کا نام کیا تھا ہم تو ایسا سمجھتے ہین کہ خضر ہی آپ کا اصلی نام اور علم ہے۔

ماں باپ

حضرت سعید رحمتہ اللہ سے ایک روایت ہے کہ خضر کی ماں رومیہ عورت تھی اور باپ ایرانی تھے۔ ضحاک نے حضرت عباسؓ سے روایت کی ہے کہ خضر حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے تھے۔ علامہ طبری کے قول کی بنا پر حضرت آدم کے چوتھے بیٹے ٹھیرتے ہین محمدؒ بن ایوب رح نے ابن لہیعہ سے روایت کی ہے کہ خضر، فرعون کے بیٹے تھے اور علامہ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس اس بارہ مین مذبذب ہین وہ لکھتے ہین کہ خضر فرعون موسیٰ کے باپ تھے یا بیٹے تھے بعضون کا مقولہ ہے کہ خضر حضرت الیاس پیغمبر کے بھتیجے تھے، ان کے باپ کا نام مالک تھا۔ اور اہل کتاب کا صحیح مذہب یہہ ہے کہ خضر، سکندر ذوالقرنین کے خالہ زاد بھائی اور انکے لشکر کے رہبر و پیشوا تھے۔

بعض کوتہ اندیشون نے ان اختلافات سے گھبرا کر فوراً یہہ نتیجہ نکال لیا کہ خضر کوئی شخص نہین تھے بلکہ یہہ ایک فرضی نام ہے۔

خضر کو فرضی نام قرار دینا تاریخی جہالت پر دلالت کرتا ہے

اولاً۔ اس وجہہ سے کہ کسی کے نام و نسب مین اختلافات کا ہونا، اس کے عدم وجود اور فرضی ہونے کا مستلزم نہین ہے نہ ہو سکتا۔ دیکھو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات مین اور روز انتقال مین کسقدر اختلافات ہین۔

ثانیاً۔ اس وجہ سے کہ خضر کے وجود مین کل مورخین کا اتفاق ہے۔ اختلاف فقط اس بات مین ہے کہ آپ ہین کس نسل سے اور یہہ کہ خضر ہی نام ہے یا خضر لقب ہے اور نام کچھہ اور ہے۔ اب اس سے ایک بچہ بھی نتیجہ نکال سکتا ہے کہ یہہ اختلافات ہرگز خضر کے فرضی وجود پر دلالت نہین کرتے بلکہ انھین اختلافات سے خضر کا ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

ثالثاً۔ اسوجہہ سے کہ خضر کا وجود اور کسی زمانہ مین آپ کا ہونا صحیح حدیثون مین مروی ہے، صحت روایت مین تاریخ کو حدیث سے کوئی نسبت نہین ہے اس لئے جو امور حدیثون

مین بیان کئے گئے ہین، اگر تاریخین ان امور کے خلاف بھی ہون تو حدیثون ہی پر اعتماد کیا جاے گا کیونکہ حدیثون کی روایات سلسلہ روات کے ساتھہ ہوتی ہین اور راویون کا حال معلوم ہوتا ہے بخلاف تاریخی روایات کے کہ ان مین نہ راویون کا سلسلہ قایم ہوتا، نہ راوی کی حالت متحقق ہوتی کہ بیان کرنیوالا جھوٹا ہے یا سچا، ثقہ ہے یا غیر ثقہ ہے متعصب ہے یا غیر متعصب عاقل ہے یا بیوقوف، قوی الحافظہ ہے یا مغلوب النسیان۔

خضر کا زمانہ

خضر کس زمانہ مین تھے؟ اس کے جواب مین عالم تاریخ کے مختلف گوشون سے مختلف آوازین آتی ہین۔

پہلا مقولہ۔ یہہ ہے کہ خضر بخت نصر بادشاہ بابل کے زمانہ مین تھے۔

دوسرا مقولہ۔ یہہ ہے کہ خضر کا زمانہ اور آفریدون بن اینان بادشاہ عجم کا زمانہ ایک تھا۔

تیسرا مقولہ۔ یہہ ہے کہ سکندر ذوالقرنین کے خالہ زاد بھائی اور ان کے سرلشکر و ہمعصر تھے۔

چوتھا مقولہ۔ یہہ ہے کہ خضر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدایش سے پہلے پیدا ہوے اور یعقوب و یوسف علیہما السلام کے بعد نبوت ملی۔

پانچوان مقولہ۔ علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ خضر کا نام ابلیا ہے اور ان کے باپ بادشاہ تھے اس قول سے محمد بن ایوب کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ خضر فرعون موسیٰ کے بیٹے تھے اگر یہہ روایت صحیح ہے تو خضر اور موسیٰ پیغمبر کا زمانہ ایک ہوگا اور اگر حضرت آدم کے صلبی بیٹے تھے تو ان کا زمانہ زمانہ موسیٰ سے بہت پیشتر تھا۔

بعض مورخین اور اکثر مفسرین کا بیان ہے کہ خضر حضرت سلیمان کے وقت مین بلکہ ان کے دربار مین موجود تھے۔ چنانچہ اس کا ذکر آئندہ صفحات مین مفصلاً آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہماری رائے میں محمد ابن ایوب رح کی روایت درست اور قرآن کے مطابق ہے۔ جس میں خضر کو فرعون کا بیٹا بتایا گیا ہے۔ وہ حضرت موسیٰ کے ہمعصر تھے جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت اور حدیثوں سے متحقق ہے۔

البتہ اس روایت کے صحیح ماننے پر دو شبہے وارد ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ قرآن مجید میں خود صراحت ہے کہ حضرت موسیٰ کو ان کی ماں نے صندوق میں ڈالکر دریا میں بہادیا وہ صندوق فرعون کے محل میں لایا گیا۔ فرعون کی بی بی آسیہ نے حضرت موسیٰ کو باہر نکالا تو اپنے شوہر فرعون سے یہی بولی تھیں کہ اس بچہ کو نہ مارو، شاید یہ ہم کو کوئی نفع پہونچا سکے یا ہمارے کوئی بیٹا نہیں ہے، ہم اسی کو اپنا بیٹا بنا لیں گے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرعون کے کوئی بیٹا نہیں تھا۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ تاریخوں میں کہیں نہیں بتایا گیا ہے کہ فرعون کے کوئی بیٹا (خضر) تھا۔

جواب پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ اسوقت تک کہ موسیٰ فرعون کے محل میں لائے گئے اس کے کوئی بیٹا پیدا نہ ہوا ہوگا۔ اس کے بعد خضر پیدا ہوئے ہوں یا ممکن ہے کہ فرعون کی بی بی آسیہ سے فرعون کے کوئی بیٹا نہ ہوا ہو، خضر کی ماں کوئی دوسری عورت ہو کیونکہ آسیہ نے اپنے پیٹ سے کسی فرزند کا نہ ہونا بیان کیا تھا۔

دوسرے شبہ کے متعدد جواب دیئے جا سکتے ہیں۔

پہلا جواب۔ ہم بتا چکے ہیں کہ تاریخوں میں کسی واقعہ کا نہ ہونا، عدم وقوع کا مستلزم نہیں ہے نہ یہ ضرور ہے کہ تاریخ کی مدون کتابوں میں کوئی خبر مندرج نہ ہو اور دوسری روایتوں میں پائی جائے تو تاریخی کتابوں میں نہ پائے جانیکی وجہ سے اس خبر کو صحیح باور نہ کیا جائے۔

دوسرا جواب۔ عہد اسلام سے پہلے جتنی اقوام دنیا میں گذری ہیں ان کی کوئی مدون تاریخ پیش نہیں کیجا سکتی تو ایسی حالت میں ہمارے دعوے کی تائید میں ایک شہادت اور ہتزاد ہوتی ہے۔

تیسرا جواب - محمد بن ایوب کی روایت کو تاریخ سے خارج کرنا معترض کا نہایت ناپسندیدہ کام ہے، آخر وہ بھی تو تاریخ ہی ہے۔

خضر و موسیٰ علیہ السلام

صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - سے ایک حدیث مروی ہے کہ ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے مجمع میں بیٹھے ہوئے وعظ و نصیحت کر رہے تھے پیغمبر کی معجز نما تقریر سے حاضرین بہت متاثر ہوئے - ان کے دل پانی ہو گئے - اسی جوش کی حالت میں کسی نے کھڑے ہو کر حضرت موسیٰ سے سوال کیا کہ حضرت ! اسوقت دنیا میں آپ سے بڑا عالم تو کوئی نہ ہوگا آپ نے فرمایا ہے دوسری حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ اپنی قوم کے لوگو نمیں وعظ فرما رہے تھے کہ سننے والوں میں سے کسی نے پوچھا یا کلیم اللہ ! اس وقت دنیا میں آپ سے بڑا عالم کوئی ہے ؟ آپ نے جواب دیا میں نہیں جانتا، جسکا مطلب یہہ تہا کہ وہی سب سے بڑے عالم ہیں حضرت موسیٰ کا یہہ جواب بالکل سچ اور مطابق واقع تہا - وہ اولوالعزم پیغمبروں میں سے تھے - خدا کے نبی مرسل تھے - صاحب معجزات تھے - اللہ کے کلیم تھے - علوم ظاہری و باطنی کے ماہر اور کامل مکمل تھے لیکن اس کلمہ سے کچھہ انانیت کی بو آتی تھی کیونکہ شان بندگی کا اقتضا تھا کہ وہ کسی حال میں تواضع اور کسر نفسی سے غافل نہ ہوں - اللہ تعالیٰ کو ناگوار گزرا پیغمبروں سے ایسی چھوٹی چھوٹی فروگزاشتوں پر بھی خدا کے ہاں سے مواخذہ ہوتا ہے کیونکہ وہ خدا کے مقبول و محترم بندے ہوتے ہیں اور جیسے وہ مقبول بندے ہوتے ہیں چاہیے کہ اون کے اخلاق بھی ویسے ہی اعلیٰ درجہ کے ہوں - موسیٰ سے ایک انانیت کی بات سرزد ہو گئی تو خدا نے اون کو تنبیہ کرنی چاہی - موسیٰ کو بھی میں بعد اپنی لغزش پر تنبیہ ہوا اور وہ عذرخواہ ہوئے - موسیٰ کو بتایا گیا کہ مجمع البحرین کے پاس خدا کا ایک بندہ خضر ہے، وہ ایک علم یا چند باتیں ایسی جانتا ہے جو ہمارے وہم و گمان میں بھی

نہین ہوگی۔ موسیٰ نے پوچھا پھر مجھہ سے ملاقات کیونکر ہوگی، جواب ملا کہ تلی ہوئی مچھلی کا ناشتہ لیکر دریا کے کنارہ کنارہ چلے جاؤ جہان مچھلی گم ہو جائے یا زندہ ہو جائے وہین مجمع البحرین کے پاس خضر سے ملاقات ہوگی حضرت موسیٰ کے پیروؤن مین ایک صاحب یوشع بن نون تھے۔ جو اکثر حضرت موسیٰ کی خدمت کیا کرتے تھے انھین، یوشع بن نون کو ساتھہ لیا تلی ہوئی مچھلی زنبیل مین رکھی اور حضرت خضر کی تلاش مین دریا کے کنارہ کنارہ چل کھڑے ہوئے۔

اس کے بعد پورا قصہ جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مین وارد ہے ہم مسلسل لکھتے ہین

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ
لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ
مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ
اَمْضِیَ حُقُبًا فَلَمَّا
بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِیَا
حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ
فِی الْبَحْرِ سَرَبًا فَلَمَّا
جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ
اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ
لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا
هٰذَا نَصَبًا قَالَ
اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَآ
اِلَی الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ
نَسِیْتُ الْحُوْتَ
وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا
الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ

جب موسیٰ خضر کی ملاقات کے ارادہ سے چلے تو انہون نے اپنے خادم یوشع سے کہا کہ جب مین دونون دریاؤن کے ملنے کے مقام پر نہ پہونچ لون اپنے ارادہ سے باز نہین آؤنگا یا اسی طرح سالہا سال تک چلتا رہونگا پھر جب یہ دونون دریاؤن کے ملنے کی جگہ پر پہونچے (حضرت موسیٰ ایک پتھر پر سر رکھکر لیٹے اور سو گئے اس پتھر سے ملا ہوا آبحیات کا ایک چشمہ تھا۔ یوشع بن نون نے اس چشمہ سے وضو کیا۔ وضو کرنے مین جو پانی کے چند قطرے اڑکر تلی ہوئی مچھلی پر پڑے فوراً زندہ ہوکر دریا مین چلی گئی اور پانی پر اسکے جانے کا نشان ایسا بن گیا جس طرح خشک زمین پر بن جاتا ہے یوشع بن نون نے ایسا تماشا کبھی کاہیکو دیکھا تھا مچھلی کو زندہ اور پانی مین مچھلی کے جانے کا نشان دیکھکر دنگ رہ گئے۔ آگے بڑھ کر چاہا کہ موسیٰ سے کل واقعہ کہہ سنائین لیکن وہ اس وقت سو رہے تھے اور جگانا خلاف ادب سمجھے چپ بیٹھ رہے جب موسیٰ بیدار ہوئے یوشع مچھلی کا واقعہ کہنا بھول گئے دونون اپنے ناشتہ کی تلی ہوئی مچھلی وہین بھول اٹھے تو مچھلی

وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي
الْبَحْرِ عَجَبًا قَالَ
ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ
فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا
قَصَصًا فَوَجَدَا عَبْدًا
مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ
رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا
وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا
عِلْمًا قَالَ لَهُ مُوسَىٰ
هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ
تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ
رُشْدًا قَالَ إِنَّكَ
لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا
وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ
مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا
قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ
اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي
لَكَ أَمْرًا قَالَ
فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي
فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ
شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ
لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا
فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا

نے دریا مین سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنا لیا پھر جب آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ لاؤ جی ہمارا ناشتہ تو ہمکو دیدو ہمارے آج کے سفر سے تو ہم کو بڑی تکان ہوئی ناشتہ مانگنے پر یوشع کو مچھلی کے زندہ ہو جانیکا واقعہ یاد آگیا۔ اپنی بھول پر پچھتاے اور موسیٰ سے کہا آپ نے یہہ بھی دیکھا جب ہم دریا کے کنارہ اوس پتھر کے پاس ٹھہرے تو مین اوسی جگہ مچھلی کو بھول اُٹھا اور شیطان ہی نے مجھکو بھلا دیا کہ مین آپ سے اس کا تذکرہ کرتا اور مچھلی نے عجیب طور پر دریا مین جانیکا اپنا رستہ کر لیا موسیٰ نے کہا کہ وہی تو وہ جگہ ہے جسکی ہم جستجو مین تھے (اور اسی جگہ تو حضرت خضر سے ملاقات کا مجھکو وعدہ دیا گیا ہے) پھر دونون اپنے پیرون کے نشانون کے کھوج لگاتے لگاتے اولٹے پاؤن پھرے (جب اوس پتھر پاس آئے جہان حضرت موسیٰ سو گئے تھے اور مچھلی زندہ ہو گئی تھی تو وہان ایک شخص کو دیکھا کہ سر سے پاؤن تک چادر تانے ہوے سویا ہے۔ موسیٰ سمجھہ گئے کہ یہی خضر ہین بہرحال) جب دونون دریاون کے ملنے کی جگہ پر پہونچے تو اونھون نے ہمارے بندون مین سے ایک بندے (خضر) کو پایا جس کو ہم نے اپنی خاص مہربانی مین سے ایک حصہ دیا اور اپنی طرف سے ایک خاص علم سکھایا تھا موسیٰ نے نزدیک پہونچکر کہا، السلام علیکم، خضر نے منہ کھول کر جواب دیا، وعلیکم السلام اور موسیٰ سے پوچھا کہ تمہارے ملک مین سلام کی رسم کہان سے آئی۔ کیون وہان سب کفار و مشرکین بستے تھے اور ان مین سلام کی رسم نہین تھی۔ اونھون جواب دیا

رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ
خَرَقَهَا قَالَ
أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ
أَهْلَهَا لَقَدْ
جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا
قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ
إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ
مَعِيَ صَبْرًا قَالَ
لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا
نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي
مِنْ أَمْرِي عُسْرًا
فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا
لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ
قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا
زَكِيَّةً بِغَيْرِ
نَفْسٍ لَقَدْ
جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا
قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ
إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ
مَعِيَ صَبْرًا قَالَ
إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ
بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي
قَدْ بَلَغْتَ

مین موسٰی ہون، خضر نے پوچھا، کیا موسٰی نبی اسرائیل ؟ موسی نے کہا ہان خضر نے پوچھا آپ کس لئے آئے ہین) موسیٰ نے جواب دیا، مین آپ کی خدمت مین اس لئے حاضر ہوا ہون کہ آپ اجازت دین توآپ کے ساتھہ رہون بشرطیکہ جو علم لدنّی من جانب اللہ آپ کو سکہایا گیا ہے اس مین سے کچھہ آپ مجھکو بھی سکہا دین خضر نے کہا تم سے میرے ساتھہ ہرگز صبر نہین ہو سکیگا اور جو چیز تمہاری آگہی کے احاطہ سے باہر ہے اس پر تم کیسے صبر کر سکتے ہو؟ موسیٰ نے کہا انشاء اللہ آپ مجھکو ضابطہ آدمی پائینگے ۔ اور مین آپ کے کسی حکم کے خلاف نہ کرونگا خضر نے کہا اگر تم کو میرے ساتھہ رہنا ہی منظور ہے تو جب تک مین از خود تم سے کسی بات کا تذکرہ نہ کرون تم مجھہ سے اوسکی بابت کچھہ پوچھنا ہی نہین پھر یہان سے موسیٰ اور خضر دونون ملکر دریا کے کنارے کنارے روانہ ہوئے (جاتے جاتے دریا مین ایک کشتی دیکھائی دی، ان لوگون نے کشتی والون سے کہا کہ ہم کو بھی سوار کرالو ۔ موسی کو تو کوئی پہچانتا نہین تہا لیکن خضر کو کشتی والون نے پہچان لیا ۔ کشتی روک کر ان کو بھی اندر بٹھالیا اور خضر کی وجہہ سے موسیٰ کو بھی اجرت نہین دینی پڑی، جب دونون کشتی پر سوار ہولئے داستنے مین ایک چڑیا اگر گیا غوغائی اڑتی ہوئی آئی کشتی کے کنارے سے دریا مین چونچ ڈالا اور پانی پیکر اڑگئی، خضر نے موسیٰ سے کہا، دیکھا تم نے ؟ جتنا پانی اس سمندر سے چڑیا کے چونچ ڈالنے سے کم ہوگیا ہے اتنا ہی

مِن لَّدُنِّي عُذْرًا
فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا
أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ
اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا
فَأَبَوْا أَن يُضَيِّفُوا
هُمَا فَوَجَدَا فِيهَا
جِدَارًا يُرِيدُ أَن
يَنقَضَّ فَأَقَامَهُ
قَالَ لَوْ شِئْتَ
لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ
أَجْرًا قَالَ هَٰذَا
فِرَاقُ بَيْنِي وَ
بَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ
بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ
تَسْتَطِع عَّلَيْهِ صَبْرًا
أَمَّا السَّفِينَةُ
فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ
يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ
فَأَرَدتُّ أَنْ
أَعِيبَهَا
وَكَانَ وَرَاءَهُم
مَّلِكٌ يَأْخُذُ
كُلَّ سَفِينَةٍ

بلکہ اس سے بھی کم علم ہمارا تمہارا اور تمام خلق اللہ کا
اللہ کے علم کے نزدیک ہے، یہہ کہکر خضر نے بسولے
سے کشتی مین سوراخ کردیا (یا) ایک تختہ توڑ کر کشتی کو
پھاڑ دیا موسی کو تاب نہ رہی اور (انہون) نے خضر
سے کہا کیا آپ نے کشتی کو اس غرض سے پھاڑ دیا کہ
کشتی والون کو دریا مین ڈبو دو یہہ تو آپ نے بڑی ہی خطرناک
بات کی۔ خضر نے کہا، مین نے تم سے نہین کہا تھا کہ تم
سے میرے ساتھہ ہرگز صبر نہین ہو سکیگا۔ موسی نے (اپنے
ضبط نہ کرنے پر عذر خواہ ہو کر) کہا کہ آپ مجھہ سے میری
بھول چوک پر گرفت نہ کیجیے اور میرے اس معاملہ مین
میرے ساتھہ اتنی تنگ گیری بھی نہ کیجیے (اب ایسا نہ
ہوگا) پھر دونون آگے بڑھے یہان تک کہ (تھوڑی
دیر کے بعد کشتی کنارہ جالگی۔ خضر و موسی نیچے اُترے اور
دریا کے کنارے کنارے روانہ ہوئے۔ راستہ مین
دس بارہ لڑکے کھیل رہے تھے) رستہ مین ایک لڑکے
سے ملے تو خضر نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ ساتھہ ہی موسی
بول اُٹھے کہ کیا آپ نے ایک معصوم لڑکے کو مار ڈالا اور
وہ بھی کسی کے خون کے بدلہ مین نہین یہہ تو آپ نے بڑا
ہی بیجا حرکت کی۔ خضر نے کہا کیا مین نے تم سے نہین
کہا تھا کہ میرے ساتھہ تم سے ہرگز صبر نہین ہو سکیگا۔ موسی
نے (شرمندہ ہو کر) کہا کہ اس کے بعد اگر مین آپ سے
کچھہ بھی پوچھون تو آپ مجھکو اپنے ساتھہ نہ رکھیے گا کہ آپ
میری طرف سے حد عذر کو پہونچ چکے یہہ ہو ہوا کر آگے

غَصْبًا وَاَمَّا
الْغُلَامُ فَكَانَ
اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ
فَخَشِيْنَا اَنْ
يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا
وَّكُفْرًا فَاَرَدْنَا
اَنْ يُّبْدِلَهُمَا خَيْرًا
مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ
رُحْمًا وَاَمَّا الْجِدَارُ
فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ
يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ
وَكَانَ تَحْتَهٗ
كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ
اَبُوْهُمَا صَالِحًا
فَاَرَادَ رَبُّكَ
اَنْ يَّبْلُغَا
اَشُدَّهُمَا وَ
يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا
رَحْمَةً مِّنْ
رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ
عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ
تَاْوِيْلُ مَا لَمْ
تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا

بڑہے یہان تک کہ (ان لوگون کو کہاے ہوئے بہت عرصہ ہوگیا تھا۔ بھوک سے بہت بیتاب تھے) جاتے جاتے ایک گاؤن والون کے پاس پہونچے۔ وہان کے لوگون سے کہانیکو مانگا (مگر وہ عجیب بدبخت لوگ تھے کہ ان کا گاؤن مین رہنا بھی منظور نہ کیا) اور اونہون نے اُن کو ضیافت کا دنیا منظور نہ کیا۔ اتنے مین اونہون نے گاؤن مین ایک دیوار دیکھی جو گرا ہی چاہتی تھی تو خضر نے اس کو درست کرکے پھر از سرنو کھڑا کر دیا۔ اس پر موسیٰ نے کہا (کہ گاؤن والے تو ایسے شقی ہین کہ ہم کو کہانا دینا اور گاؤن مین رات بسر کرنا بھی منظور نہ کیا اور آپ نے بلا محنت و مزدوری کے ان کی دیوار درست کر دی) اگر آپ چاہتے تو ان لوگون سے دیوار کے درست کر دینے کی مزدوری لے لیتے (کہ رات کے کہانے کا ٹھکانا تو ہو جاتا) خضر نے کہا، اچھا تو اب مجھ مین اور تم مین جُھٹّم جھٹا (مگر) جن باتون پر تم سے صبر نہ ہو سکا مین ابھی تم کو ان کی اصل حقیقت تم کو بتائے دیتا ہون کہ کشتی تو ملاحی پیشہ غریبون کی تہی۔ اس کو دریا مین مزدوری پر چلاتے تھے تو مین نے چاہا کہ اس کو عیب دار کر دون کیونکہ ان کے سامنے کی طرف دریا پار ایک بادشاہ تہا ہدد بن بدد ظالم جو ہر ایک بکار آمد کشتی کو زبردستی ضبط کر لیا کرتا تھا۔ مین نے کشتی کو عیب دار کر دیا تو اب وہ بادشاہ کے مصرف کی تو رہی نہین لیکن ان غریبون کا کام اس سے چلتا رہیگا) اور وہ جو لڑکا (خشنبو نام) تہا تو اسکے

ماں باپ دونوں ایمان والے لوگ تھے تو ہم کو یہہ اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو وہ بڑا ہوکر سرکشی اور کفر سے ان کو ایذا دے لہذا ہم نے یہہ ارادہ کیا کہ اسکو مار دین اور ان کا پروردگار اس کے بدلے مین انکو ایسا فرزند عطا فرماتے جو پاک نفسی اور پاس قرابت مین اس سے بہتر ہو اور رہی دیوار سو شہر کے دو یتیم لڑکوں اصرم اور صریم کی تھی اور دیوار کے نیچے ان ہی لڑکون کا خزانہ گڑا ہوا تھا اور ان لڑکون کا باپ کاشح مرد صالح تھا پس تمہارے پروردگار نے چاہا کہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہونچین اور دیوار کے تلے سے اپنا خزانہ نکال لین اور ان کے حال پر تمہارے پروردگار کی یہہ ایک مہربانی تھی (اگر دیوار گر پڑتی تو خزانہ کو لوگ لوٹ لیجاتے اور یتیم محروم ہوجاتے ۔ اب دیوار مین نے درست کردی یتیم لڑکے سیانے ہونگے سن تمیز کو پہونچینگے تو انشاء اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ پر قابض ہونگے) اور ان واقعات مین جو کچھہ مین نے کیا اپنے اختیار سے نہین کیا بلکہ اپنے خدا کے حکم سے ۔ یہہ ہے اصل حقیقت ان وقعات کی جنپر تم سے صبر نہ ہوسکا ۔

ف

ترجمہ کے ساتھہ جو عبارت قوسین مین مستزاد لکھی گئی ہین وہ سب بخاری شریف کی احادیث صحیحہ کا بعینہ ترجمہ ہین ۔

مباحث

موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ مین چند بحثین اور کچھہ مسائل محتاج تصریح ہین

امر اول قرآن مجید مین خضر کا نام نہین ہے ۔ صرف اتنا فرمایا گیا ہے فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا یعنی جب موسیٰ اور یوشع بن نون دو دریاؤن کے ملنے کی جگہ پر پہونچے تو وہان ہمارے بندون مین سے ایک بندہ کو پایا ۔

احادیث صحیحہ، اخبار متواترہ، اقوال مفسرین و مورخین سے ثابت ہوتا ہے کہ عبد (بندہ) سے مراد خضر ہی ہین ۔ صحیح بخاری وغیرہ مین صراحت کے ساتھہ

بتایا گیا ہے کہ موسیٰ نے جس بزرگ سے ملاقات کی وہ خضر ہی تھے۔ موسیٰ کا خضر سے ملنا، اسلام کے ہر فرقہ ہر مذہب یہانتک کہ کتب سابقہ سے بھی ثابت ہے اور خضر جیسے بزرگ کا عہد موسیٰ مین ہونا حد تواتر کو پہونچی ہوئی خبر اور یہہ ایک تاریخی واقعہ ہے تو ایسی خبر پر جھوٹ کا گمان نہین ہوسکتا خبر مشہور و متواتر سے انکار کرنا جہل مرکب ہے۔

امر ثانی کہا جاتا ہے کہ محمد ابن ایوب کی روایت کے مطابق، اگر خضر کو فرعون کا بیٹا تسلیم کیا جاے تو غرابت وحیرت سے خالی نہین، خضر کے باپ فرعون کے گھر مین موسیٰ کی پرورش ہوئی تو ضرور ہے کہ موسیٰ و خضر دونون کا لڑکپن ساتھہ گذرا ہوگا پھر کیونکر ممکن ہے کہ ساتھہ کے کھیلے ہوے ہمعصر بلکہ دوست سے وہ اس قدر ناواقف ہوگئے ہون کہ خضر کے نام سے بھی بیخبر ہون اور اتنا بھی نہ معلوم ہو کہ خضر کوئی شخص ہین اور ہین تو کہان ہین؟

جواب (پہلا جواب) موسیٰ کو خضر کا پتہ نہ معلوم ہونا، باوجود ان کے دوست ہونیکے محل حیرت نہین ہوسکتا۔ ہمارے بہت ایسے دوست ہین جنکا مدت تک ساتھہ رہا، ہم نوالہ ہم پیالہ رہے پھر ساتھہ چھوٹا، مفارقت ہوی اور ایک دوسرے کے حالات سے بیخبر ہوگئے۔ یہہ اس زمانہ کی حالت ہے، جبکہ خبرون کے ملنے اور دریافت کرنے کے ذرایع بہت کثرت سے اور آسان ہوگئے ہین اس زمانہ مین نہ تار تھا، نہ ڈاک تھی، نہ تاریخون سے کسی ذریعہ سے خط وکتابت کا پتہ چلتا ہے اور معلوم ہے کہ خضر و موسیٰ جوان ہونے پر ملک مصر سے بھاگ گئے تھے۔ ایسی صورت مین اگر موسیٰ کو خضر کا پتہ نہ معلوم ہوا تو کوئی قباحت نہین ہے۔

دوسرا جواب۔ فرعون زندیق کافر مدعی الوہیت تھا خضر ایک برگزیدہ خدا متقی شخص تھے انہین فرعون کی نالایق کارروائیان کب پسند آسکتی تھین، قرین قیاس ہے کہ سمجھہ آنے کے بعد باپ کی فسق و فجور سے گھبرا کر وہ بھی موسیٰ کی طرح مصر چھوڑنے پر مجبور ہوگئے ہون۔ موسیٰ مدین کی طرف گئے، خضر کہین اور چلدیے

ہو گئے اور اس طرح ایک دوسرے کے حالات سے بےخبر ہو گئے ہوں۔

تیسرا جواب - آیۃ کریمہ سے موسیٰ کا خضر کو نہ جاننا ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ کہ وہ خضر کا پتہ نہ جانتے تھے۔ موسیٰ کو اللہ کی طرف سے اتنی ہی ہدایت ہوئی کہ ہمارا ایک بندہ (خضر) تم سے زیادہ علم رکھتا ہے، موسیٰ نے پوچھا وہ کہاں ہیں اور ان سے کیونکر ملاقات ہوگی؟ فرمایا، دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ، جہاں تمہاری مچھلی گم ہوجائے یا زندہ ہوجائے۔ اتنے پتہ سے موسیٰ کو کیونکر علم ہو سکتا تھا کہ وہ خضر ہی ہیں اور وہی خضر بن فرعون جو انکے بچپنے کے دوست تھے۔

امر ثالث

حضرت خضر نبی تھے یا ولی محض؟ علامہ قشیری نے لکھا ہے کہ خضر نبی نہیں تھے ولی تھے۔ علما کا بڑا گروہ انھیں کے ہم زبان ہے علامہ ثعلبی نے لکھا ہے کہ خضر کا نبی ہونا صحیح ہے اور کثرت آرا اسی طرف ہے۔ اسی قول کی تائید امام ابن جوزی نے بھی کی ہے۔ مگر کمال کیا ان جنتیوں نے جنہوں نے خضر کو فرشتہ لکھ مارا حضرت خضر کو نبی کہنے والے اپنے دعوے پر تین دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

پہلی دلیل آیۃ کریمہ ہے۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا (ترجمہ) جب موسیٰ اور یوشع مجمع البحرین کے پاس پہونچے وہاں ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ (خضر) کو پایا جس کو ہم نے اپنی خاص مہربانی میں سے ایک حصہ اور اپنی طرف سے اس کو ایک خاص علم سکھایا کہتے ہیں کہ رحمت سے نبوت اور علم سے علم نبوت مراد ہے۔ حالانکہ رحمت سے نبوت اور علم سے علم نبوت کا مراد ہونا خود ایک دعوے محتاج ثبوت ہے۔ رحمت اور علم دونوں لفظ عام ہیں اور نبوت سے نبوت خاص لازم نہیں آتا۔ ہاں اگر خضر کی نبوت پر اس کے علاوہ کوئی مصرح دلیل موجود ہوتی تو رحمت سے نبوت اور علم سے علم نبوت کا مراد ہونا کسی حد تک درست ہو سکتا تھا

دوسری دلیل یہ خود حضرت خضر کا مقولہ ہے جو آیات بالا میں منقول ہے کہ انہوں

نے فرمایا مَا فَعَلْتُہٗ عَنْ اَمْرِیْ یعنی ان واقعات مین جو کچھہ مین نے کیا وہ اپنے اختیار سے نہین کیا خدا کے حکم سے کیا لیکن درحقیقت خضر کے اس مقولہ سے ان کا نبی ہونا ثابت نہین ہوتا۔ کیونکہ دراصل ہر کام خدا ہی کے اذن و حکم سے ہوتا ہے۔ پس درمیانی وسائل کو دور کرکے اگر اپنا کام فاعل حقیقی کی طرف منسوب کیا جائے تو نہ اس سے نبی ہونا لازم آتا نہ اس مین کوئی قباحت ہے خصوص ولی کو ایسا کہنا تو بہت مناسب ہے درحالیکہ اس کا صاحب الہام والقا ہونا مسلم ہے۔

تیسری دلیل۔ یہہ ہے کہ حضرت موسیٰ جناب خضر سے مستفید ہوئے۔ خضر کے علم کا موسیٰ کے علم سے زیادہ ہونا ثابت پس عقل تجویز نہین کرتی کہ نبی کے علم سے غیر نبی کا علم زیادہ ہو۔ اگر خضر کو نبی مان لیا جائے تو یہہ اشکال آسانی سے دفع ہو جاتا ہے دلیل مذکورہ رکاکت سے خالی نہین۔ اس لئے کہ محض ایک اشکال کے دفع کرنے کے لئے خواہ مخواہ کسی کو نبی مان لینا عقل کی بات نہین ہے۔

بعض تفسیر نویسون نے لکھا ہے کہ خضر کی نبوت مین اختلاف ہے۔ اقرار مین جرج نہین انکار مین خطر ہے یہہ بالکل لایعنی بات ہے۔ جب اہل اسلام کلی طور پر خدا کے تمام رسولون پر ایمان لاچکے تو کسی خاص مشتبہ نبوت والے کی نبوت کا اقرار نہ کرنے سے خطر لازم نہین آتا موجب خطرہ و انکار ہے جب کسی نبی کو نبی جانکر اسکی نبوت تسلیم نہ کیجائے۔ ممکن ہے کہ خضر نبی رہے ہون لیکن بحث اس مین ہے کہ کتاب و سنت سے ان کا نبی ہونا ثابت ہے یا نہین۔

امر رابع حضرت نوف بکالی تابعین مین ایک متبحر عالم اور دمشق کے امام تھے ان کا مقولہ ہے کہ خضر کے ساتھہ جو موسیٰ تھے وہ موسیٰ بنی اسرائیل نہین تھے جن کے معجزہ سے دریائے قلزم پھٹ گیا، بنی اسرائیل دریا پار ہوگئے۔ جن کے معجزہ سے عصا اژدہا بن گیا جن کو کتاب توریت ہدایت خلق کے لئے دیگئی بلکہ وہ دوسرے موسیٰ تھے۔ موسیٰ بن میشا بن افراثیم بن یوسف بن یعقوب نوف رح ہی کے ہمزبان بہت سے اور علما بھی ہین۔

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں ارقام فرمایا ہے کہ خضر کے علم کو موسیٰ کے علم سے زیادہ کہنا جایز نہیں ہے۔

امر خامس جمہور علماء اکابر کا مذہب یہی ہے کہ خضر کے ساتھہ موسیٰ بنی اسرائیل صاحب توراۃ تھے جیساکہ حدیثوں سے بھی واضح ہوتا ہے۔

خضر کے ساتھہ جو واقعات موسیٰ کو پیش آئے ان سے بظاہر اتنا معلوم ہوتا ہے کہ خضر کو موسیٰ پیغمبر سے زیادہ علم تہا اور اس سے خضر کی نبوت پر سند لانی درست نہیں ہے کیونکہ علم نبوت اور شئے ہے بعض علماء نے یہہ جواب دیا ہے کہ ان واقعات سے موسیٰ پر خضر کی افضلیت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ نبی کو علم شریعت سے واقف ہونا اور ان علوم میں کامل ہونا ضروری مانا گیا ہے جو نبوت سے متعلق ہوں یہہ نہیں کہ وہ دنیا بھر جایز و ناجایز علوم و فنون کے ماہر ہوں۔ جو باتیں خضر سے سرزد ہوئی اور موسیٰ کو معلوم نہیں تھیں ان کو علم نبوت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس اگر موسیٰ نے ان امور کو نہیں جانا اور خضر نے جان لیا تو وہ ان افضلیت کی دلیل نہیں ہوسکتی۔

دوسرے یہہ کہ شروع ملاقات میں جب موسیٰ نے خضر سے فرمایا کہ "میں آپکی خدمت میں اس غرض سے رہنا چاہتا ہوں کہ جو علم آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اوس میں سے کچھہ مجھہ کو سکہا دیجیے" تو حضرت نے جواب دیا کہ مجھکو جو علم اللہ نے سکہایا ہے وہ تم کو نہیں معلوم اور جو علم تم کو معلوم ہے وہ میں نہیں جانتا۔

پس اگر زیادتی علم سے افضلیت ثابت ہوتی ہو تو موسیٰ کی افضلیت بھی خضر پر ثابت ہے جو لوگ علم اسرار ملکوت مراد لیکر موسیٰ کو اس سے ناواقف بتاتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں یہہ تو ایسی بات ہے جو نہ تو قرآن و حدیث سے ثابت ہوسکتی نہ عقل سلیم قبول کر سکتی کیونکہ علم اسرار ملکوت سے پیغمبر کا بیخبر ہونا شان نبوت کے بالکل منافی ہے۔ اس لئے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سختی سے انکار کیا ہے کہ خضر کے علم کو موسیٰ کے علم سے زیادہ کہنا زندقہ ہے اور کیونکر ہوسکتا ہے کہ نبی کا علم

غیر نبی کے علم سے کم ہو۔

اگر خضر کی نبوت مان بھی لی جائے تو وہ مشکوک ہے جس کا اثر کتاب و سنت میں کہیں نہیں ہے اور یہ مسلم ہے کہ حضرت موسیٰ نبی مرسل تھے۔ صاحب کتاب (توریت) تھے صاحب معجزات تھے۔ تمام انبیاء بنی اسرائیل میں افضل تھے تو اب دو صورت سے خالی نہیں۔ اگر خضر نبی تھے تو رسول صاحب کتاب نہ تھے اور بہرحال موسیٰ ان سے اعلیٰ درجہ پر تھے پس اعلیٰ درجہ کے شخص کا ادنیٰ درجہ والے سے تعلیم پانا جائز نہیں ہے اگر خضر نبی نہیں تھے، ولی تھے تو اس حالت میں خضر کا موسیٰ سے اعلم و افضل ہونا محال ہے اور نبی کا ولی تعلیم پانا عقلاً نقلاً دونوں طرح سے باطل ہے۔

علماء رحمہم اللہ نے جواب دیا ہے کہ خضر ایک خاص علم جانتے تھے جو موسیٰ کو نہیں معلوم تھا اور خاص علم کے نہ جاننے سے عام علم کے جاننے والے پر کوئی فضیلت نہیں ہوتی، مثلاً ایک عطائی طبیب ہے جس کو دو تین نسخے معلوم ہے اور ان نسخوں سے وہ بعض امراض کا حکمی علاج کرتا ہے۔ مگر ان دو تین نسخوں کے جان لینے سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ طبیب ہو جائے یا طبیب سے اچھا کہا جائے۔

میں کہتا ہوں کہ خضر کے چند معلومات جن سے موسیٰ عدم واقف تھے اور جن سے خضر کا موسیٰ سے افضل ہونا سمجھا جاتا ہے، وہ خود ایسے معلومات ہی نہ تھے جو مہتم بالشان ہوں یا جن کو علم شریعت اور علم اسرار ملکوت سے تعبیر کیا جا سکے۔

کشتی کو جو حضرت خضر نے بیکار یا عیب دار کر دیا اس میں کوئی غیب دانی کا بھید مخفی نہ تھا وہ ایک مقامی واقفیت تھی۔ حضرت خضر جانتے تھے کہ دریا کے اس پار ایک ظالم بادشاہ ہے جو ہر عمدہ اور بکار آمد کشتی کو غصب کر لیتا ہے۔ موسیٰ چونکہ اس گاؤں میں نووارد تھے انہیں گاؤں اور گاؤں والوں کے حالات سے اطلاع نہیں تھی اور یہی وجہ اعتراض کرنے کی تھی لڑکے کو جو قتل کر دیا تو اس لیے اور اس کے ماں باپ کے حالات سے ان کو علم تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ معلوم تھا

یا بالغ ہوچکا تہا کیونکہ غلام کا اطلاق دونون پر ہوتا ہے) جو رہتا اپنے ماں باپ کو ایذا دیتا تہا ممکن ہے کہ خضر جس شریعت پر تھے اسمین ایسے لڑکے کا قتل کر دینا محکوم رہا ہو ہمکو معلوم نہین مگر ہو سکتا ہے کہ اس نوجوان نے کسی کو قتل کر دیا ہو وہ اشتہاری مجرم رہا ہو اور بادشاہی حکم و قانون کے بموجب خضر نے اس کو پاکر قتل کر ڈالا ہو۔

حضرت موسیٰ نے دیکھا کہ خضر نے بلا قصور ایک جان ضایع کر دی جو شریعت موسوی مین کسی طرح جایز نہ تہا بیتاب ہو کر پوچھ بیٹھے کہ ایسی حرکت آپ نے کیون کی؟ اور نبی ہونیکی حیثیت سے ان کا پوچھنا بہت مناسب تہا۔

دیوار کو جو درست کر دیا تو حضرت خضر گاؤن والونکے کچے چٹھے اور خصوصًا دیوار والے کے بچ کے واقعات سے خبر رکہتے ہون گے یا ممکن ہے کہ دیوار والے نے مرتے وقت ان کو بتا دیا ہو کہ دیوار کے تلے خزانہ گڑا ہوا ہے اور وہ میرے یتیم بچون تک پہونچا دینا چاہتے۔

حضرت خضر سمجہتے تہے کہ آج مین فلان فلان کام کرنے نکلا ہون تو ان کاموں کو ضرور کرونگا اور موسیٰ چونکہ اصل حقیقت سے آگاہ نہین ہین اور ظاہر وہ شریعت کے خلاف بھی معلوم ہونگے اس لئے مقتضائے بشریت سے وہ صبر نہ کر سکینگے اسی لئے انہون نے پہلے ہی موسیٰ سے کہدیا کہ تم میرے ساتہہ صبر نہ کر سکوگے۔ ورنہ در حقیقت ان واقعات مین نہ کوئی راز حقیقت تہا نہ اسرار ملکوت کے علم کو ذرا بھی دخل تہا

امر سادس مجمع البحرین یعنی دو دریاؤن کے ملنے کی جگہ سے کیا مراد ہے؟

اکثر مفسرین متفق ہین کہ مجمع البحرین سے بحر روم اور بحر فارس کا ملتقی مراد ہے جہان یہہ دونون بحر ذخار آکر مل گئے ہین۔ امام رازی نے تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ جس مقام پر دریائے روم و فارس آملے ہین اس مشرقی جانب مراد ہے۔ بعض لوگ مقام طنجہ اور بعض افریقیہ کو بتاتے ہین شاید یہ دو دریا سمندر کی دو شاخین ہون جن کے ملنے کی جگہ سے موسیٰ ع بنی اسرائیل کو لیکر دریا پار ہو گئے تھے۔

علامہ قرطبی اور نیز دوسرے مفسرین نے ابن عباس رضہ سے نقل کیا ہے کہ مجمع البحرین سے خود موسیٰ وخضر کا جمع ہونا مراد ہے اس لئے کہ یہہ دونون علم کے دو بحر ذخار تھے شاید یہہ صحیح ہو مگر عقل سلیم تو ایسی بھونڈی بات کو تسلیم نہین کرتی نہ قرآنی الفاظ اسکی تصدیق کرتے

اولاً ۔ اس وجہہ سے کہ قرآن مجید مین موسیٰ کا قول اسطرح منقول ہے کہ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ) یعنی جب تک دونون دریاؤن کے ملنے کی جگہہ نہ پہونچ لونگا اپنے ارادہ سے باز نہین آؤنگا پس اگر مجمع البحرین سے موسیٰ وخضر کا جمع ہونا مقصود ہوتا تو حضرت موسیٰ مجمع البحرین کا لفظ نہ فرماتے کیونکہ دو دریاؤن مین سے ایک تو خود ہی تھے صرف ایک دریا کی تلاش تھی مگر اس اعتراض کا یہہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ موسیٰ، دونون دریاؤن کو نہین ڈھونڈہتے تھے بلکہ وہ مقام ڈھونڈہتے جہان دونون دریا آکر جمع ہون ۔

ثانیاً ۔ اسوجہہ سے کہ اگر مجمع البحرین سے موسیٰ وخضر کا مجمع مراد ہو اور دو دریا سے موسیٰ وخضر سمجھے جائین تو یہہ استعارہ ہوگا لیکن واضح رہے کہ قرآن مین ایسے استعارات کہین نہین ہین ۔

امر سابع ۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ حضرت موسیٰ کے ساتھہ ان کے غلام تھے جو مچھلی کا ناشتہ لیکر ساتھ ساتھ چلے تھے مگر درست یہی ہے کہ موسیٰ کے ساتھہ یوشع بن نون افرائیم بن یوسف بن یعقوب علیہم السلام تھے ۔ وہ موسیٰ کے غلام نہین تھے اکثر آپ کی خدمت کیا کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہین موسیٰ کا فتا فرمایا ۔ اور یہی یوشع سب سے پہلے حضرت موسیٰ پر ایمان لائے تھے اس مین بھی اختلاف ہے کہ یوشع بن نون آخر وقت تک حضرت موسیٰ کے ساتھہ رہے یا خضر کے ملنے کے بعد وہ حضرت موسیٰ سے جدا ہوگئے ۔

امر ثامن ۔ قرآن مجید مین صرف اسقدر ہے کہ جب موسیٰ اور یوشع بن نون، دو دریاؤن کے ملنے کی جگہہ پر پہونچے، وہین اپنے ناشتہ کی مچھلی بھول گئے اور مچھلی عجیب طور سے دریا مین اپنا راستہ بنا کر چلی گئی ۔ باقی رہی یہہ بات کہ مچھلی تلی ہوئی تھی یا کچی

تھی اور تلی ہوئی تھی تو کیونکر زندہ ہوکر دریا مین چلی گئی قرآن مین اس کا کچھہ ذکر نہین ہے مگر صحیح بخاری وغیرہ کی حدیثون مین یہہ مستزاد ہے کہ مجمع البحرین کے پاس جب موسیٰ ایک پتھر سر رکھکر سوگئے۔ اس پتھر کے پاس آبحیات کا چشمہ تھا۔ یوشع بن نون نے اسی چشمہ سے وضو کیا۔ وضو کرنے مین پانی کے چند قطرے اڑکر مچھلی پر جا پڑے اور وہ اوسی وقت زندہ ہوکر دریا مین چلی گئی۔

بعض حدیثون مین آبحیات کا تذکرہ نہین ہے فقط اتنا ہے کہ موسیٰ جب تلی ہوئی مچھلی بھول اوٹھے وہ کسی طرح زندہ ہوکر دریا مین چلی گئی۔

اب اس پچھلی روایت پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ آب حیات کے پڑنے سے جب تلی ہوئی مچھلی زندہ ہوگئی تو یوشع بن نون نے وضو کیا تھا اونہون نے حیات جاوید کیون پائی۔

ہم ان روایات مذکورہ کو صحیح تسلیم کرنے کے بعد جواب دیسکتے ہین کہ:۔

اولاً۔ آبحیات مین یہہ تاثیر بتائی گئی ہے کہ زندہ حیوان پی لے تو حیات جاوید پاتا ہے اور مردہ پر پڑ جائے تو زندہ ہوجاتا ہے۔ اگر یوشع بن نون آبحیات کے چشمہ سے کچھہ پانی پی لئے ہوتے تو البتہ حیات جاوید پاتے مگر اونہون نے پیا نہین صرف وضو کیا تھا۔

ثانیاً۔ اگر عرف عام اور مروجہ پر لحاظ کرکے اس کو نہ مانا جائے تو بھی کہا جاسکتا ہے کہ یوشع بن نون نے وضو کیا لیکن وہ کس وضع کا وضو تھا ہمکو نہین معلوم معترض نے مذہب اسلام اور ملت محمدیہ کے وضو پر خیال کرکے اعتراض قایم کیا ہے۔ جس مین کلی اور مضمضہ کیا جاتا ہے حالانکہ یوشع بن نون کا اسطرح وضو کرنا نہ ثابت ہے نہ ایسا وضو کسی دین مین کبھی رایج و محکوم تھا اور جب یہ صورت ہے تو ہم کہتے ہین کہ یوشع نے کلی نہین کی مگر وضو کرنے مین پانی کے چند قطرے مچھلی کے حلق مین جا پڑے اور وہ زندہ ہوگئی۔

ثالثاً۔ اگر یہہ بھی مان لیا جائے کہ آبحیات کے پڑنے ہی سے حیات جاوید پا

یا زندگی مل جاتی ہے تو بھی اعتراض وارد نہین ہو سکتا کیونکہ معترض نے یوشع بن نون کا مرنا ثابت نہین کیا نہ ہم اس امر کے قائل ہوئے ہین کہ یوشع بن نون نے حیات جاوید نہین پائی ممکن ہے کہ وہ بھی حیات جاوید پا کر اتبک زندہ ہون

بعض ظاہر پرستون کا مسلک یہہ ہے کہ موسیٰ کے ساتھہ نہ تلی ہوئی مچھلی تھی نہ کچی لگی تھی۔ بلکہ حضرت موسیٰ نے زندہ مچھلی پکڑ کر ناشتہ کے لیے ساتھہ لے لی تھی مجمع البحرین کے پاس جب سو گئے تو مچھلی جو ابھی تک زندہ تھی موقع پا کر تڑپی اور دریا مین جا رہی۔

ایسا بھی ہو سکتا ہے اور ممکن ہے لیکن یہہ محض قیاس ہے جو صحیح حدیث کے خلاف اور غیر اثبات ہے۔

امر تاسع ایسے چشمہ کا ہونا جس کے پانی مین یہہ تاثیر ہو کہ زندہ پی لے تو کبھی نہ مرے اور مردہ پر پڑے تو زندہ ہو جائے صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ قرآن سے بھی اشارۃً نکلتا ہے اور عقلاً بھی ممکن ہے۔ البتہ یہہ بات کہ وہ چشمہ کہان ہے، ہمیشہ جاری رہتا ہے یا نہین اور کوئی جو زندہ پا سکتا ہے یا نہین اللہ کو معلوم، ممکن ہے کہ خدا کی قدرت کاملہ اور زمین اندر زمین کی چند اشیاء کے خواص سے تھوڑی دیر کے لیے ایسا چشمہ جاری ہو گیا ہو اور جاری ہو کر بند ہو گیا ہو یا ہو سکتا ہے کہ آبحیات کا چشمہ ہو مگر انسان کو معلوم نہ ہو۔ اسکی دلچسپ بحث آئندہ مفصلاً آئیگی۔

امر عاشر جب مچھلی زندہ ہو کر دریا مین جا رہی تو جس جس طرف وہ پانی کو پھاڑتی گئی تھی وہان وہان کا پانی رک گیا اور اسی طرح مچھلی راہ کا نشان بن گیا قرآن مجید مین جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا اس سے یہی مراد ہے کیونکہ دریا مین عادۃً راہ کا نشان دیر تک باقی نہین رہتا اور یہی بات یوشع بن نون کو عجیب معلوم ہوئی پانی کا اسطرح رک رہنا اور راہ کا نشان بنجانا ممکن ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ معترض استحالہ کی وجہہ پیش کرے

امر یازدہم - جس ظالم بادشاہ کے غضب سے بچنے کے لئے خضرؑ نے کشتی کو عیب دار کر دیا - اس کا نام بخاری کی حدیث مین ہدد بن بدد لکھا ہے اور یہہ توریت سے منقول ہے یہہ بادشاہ حضرت عیص بن اسحاق کی اولاد سے تھا

عبداللہ بن عباس علیہما السلام کی تفسیر مین اس بادشاہ کا نام جلند مرقوم ہے

امر دوازدہم - جس غلام کو حضرت خضر نے ذبح کر دیا تھا اوسکے نام مین اختلاف ہے - حدیث بخاری مین جلیسور لکھا ہے - عبداللہ بن عباس علیہما السلام کی تفسیر مین خشنبو مرقوم ہے اور ان کے علاوہ بعض نے جبیسور بعض نے حنبسور بعض نے حیسون اور بعض نے شمعون بھی بتایا ہے -

جس گاؤن مین خضر و موسیٰ نے رات بسر کی اور صبح کو خضر نے دیوار درست کر دی تھی اور جہان کے لوگون نے ان مقدس نفوس کی مہمانداری منظور نکی تھی ٹھیک نہین معلوم کہ وہ کونسا گاؤن تھا - تفسیر ابن عباس رضہ مین انطاکیہ لکھا ہے مختلف تفسیرون مین آذربیجان - ایلہ - ناصرہ - برقہ مختلف نام بتائے گئے ہین - علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ اس گاؤن مین خضر نے جس دیوار درست کر دیا تھا وہ عرض مین پچاس گز اور طول مین سو گز تھی - دوسرے مفسرون کا مقولہ ہے کہ وہ دیوار بلندی مین دوسو گز تھی عرض مین پچاس گز تھی پر اسکا سایہ پانچسو گز کا پڑتا تھا اتنی بڑی پوری دیوار کا پوری طرح درست کر دینا ایک آدمی سے ممکن نہین لیکن یہ صورت ہوسکتی ہے کہ جہان خزانہ گڑا ہوا تھا' اتنی دیوار کو پوری طرح درست کر دیا یہہ دیوار شہر کے دو یتیم بچون کی تھی - ان کا نام اصرم اور صریم اور ان کے باپ کا نام کاشح تھا دیوار کے نیچے خزانہ کونسا تھا اس مین بھی اختلاف ہے -

حضرت ابن عباس رضہ کا مقولہ ہے کہ وہ ایک تختی تھی جسپر کچھہ علم و حکمت کی باتین مرقوم تھین بعض نے سونے کی تختی بتائی ہے - بعض نے لکھا ہے کہ سونا چاندی

اور جواہرات وغیرہ تھے - بہرحال خزانہ تھا مگر وہ کیا تھا سوا اللہ کو ہی کو خوب علوم ہے

خضر و سلیمان ع

شواہد التوضیح شرح جامع الصحیح مین علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ حضرت خضر سلیمان کے دربار مین موجود تھے اور انکا قصہ قرآن مجید مین مذکور ہے -

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ

اور سلیمان نے پرندون کی موجودات لی تو کہا کیا بات ہے کہ مین ہدہد کو نہین دیکھتا کیا پرندون کی کثرت کیوجہ سے ہم کو نہین دیکھائی دیتا یا واقع مین غیر حاضر ہے - اگر غیر حاضر ہے تو ہم اوسکو ضرور سخت سزا دینگے یا اسکو حلال ہی کر ڈالینگے یا وہ ہمارے حضور مین اپنی غیر حاضری کی کوئی وجہ پیش کرے جس سے ظاہر ہو کہ وہ بے قصور ہے - پھر تھوڑی دیر کے بعد ہدہد آحاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مجھکو ایک ایسا حال معلوم ہوا ہے جو حضور کو نہین معلوم اور مین حضور مین شہر سبا کی ایک تحقیق خبر لیکر حاضر ہوا ہون - مین نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ وہان کے لوگون کی ملکہ ہے اور اونپر حکمرانی کرتی ہے اور ہر طرح کے ساز و سامان سلطنت اس کو میسر ہین اور اوسکے یہان ایک بہت بڑا تخت ہے مین نے ملکہ اور اوسکے لوگونکو دیکھا کہ خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہین اور شیطان نے اونکے اعمال کو انہین عمدہ کر دیکھایا ہے اور اون کو راہ راست سے روک دیا ہے تو ان کو اتنی بات بھی نہین سوجھ پڑتی کہ خدا ہی کے آگے سجدہ کرین

الا يسجدوا لله الذي يخرج
الخبء في السموات والارض
ويعلم ما تخفون وما
تعلنون الله لا اله الا
هو رب العرش العظيم
قال سننظر اصدقت ام
كنت من الكاذبين اذهب
بكتابي هذا فالقه اليهم
ثم تول عنهم فانظر ما
ذا يرجعون قالت يا ايها
الملؤا اني القي الي كتاب
كريم انه من سليمان وانه
بسم الله الرحمن الرحيم
الا تعلوا علي واتوني
مسلمين قالت
يا ايها الملؤا افتوني
في امري ما كنت
قاطعة امرا حتى
تشهدون قالوا
نحن اولوا قوة واولوا
باس شديد والامر
اليك فانظري ماذا
تامرين قالت ان

جو آسمان و زمین کی چھپی ہوئی چیزون کو ظاہر کرتا ہے اور
جو کام تم لوگ چھپا کر کرو اور جو علانیہ کرو (ان
سب سے واقف ہے اللہ وہ ذات پاک ہے کہ
اس کے سوا کوئی معبود نہین اور وہی عرش برین کے
تخت کا مالک ہے۔ سلیمان ؑ نے کہا اچھا ہم ابھی دیکھ
لیتے ہین کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹا ہے۔ یہہ ہماری تحریر
لیکر جا اور اوس کو ان کی طرف ڈالدے پھر اون سے
الگ ہٹ جا پھر دیکھتا رہ کہ وہ لوگ کیا جواب دیتے
ہین۔ غرض ہدہد نے سلیمان کا فرمان ملکہ کو پہونچا دیا
وہ اوسے دیکھکر بولی کہ اے اہل دربار آئیہ ایک
فرمان واجب الاحترام ہماری طرف ڈالا گیا ہے
یہہ سلیمان کی طرف سے ہے اور اس کی عبارت
اس طرح پر ہے کہ سب سے پہلے اوسمین بسم اللہ الرحمن الرحیم
ہے اور بسم اللہ کے بعد یہہ ہے کہ ہم سے سرکشی نکرو
اور فرمان بردار بن کر ہمارے حضور مین حاضر ہو جاؤ
سبا کی ملکہ سلیمان کا فرمان سنانے کے بعد بولی کہ اے
اہل دربار! ہمارے اس معاملہ مین ہم سے اپنی
راے بیان کرو۔ ہمارا ہمیشہ سے دستور رہا ہے کہ
تا وقتیکہ تم ہمارے حضور مین موجود نہ ہون ہم کسی امر
مین قطعی حکم نہین دیا کرتے۔ درباریون نے عرض
کیا کہ ہم بڑے طاقتور اور بڑے لڑنے والے ہین
اور آیندہ سرکار کو اختیار ہے جیسا حضور حکم دین
اوس کے نیک و بد کو اچھی طرح دیکھہ لین۔ وہ بولی

الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً
أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ
أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَٰلِكَ
يَفْعَلُونَ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ
إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ
بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ
فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانَ قَالَ
أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ فَمَا
آتَانِيَ اللَّهُ خَيْرٌ مِمَّا
آتَاكُمْ بَلْ أَنْتُمْ
بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ
ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَـ
ـأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَا قِبَلَ
لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ
مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ
صَاغِرُونَ - قَالَ
يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي
بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي
مُسْلِمِينَ قَالَ عِفْرِيتٌ
مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ
قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ
مَقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ
أَمِينٌ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ

جب بادشاہ کسی شہر کو بزور فتح کرکے اس مین داخل ہوا کرتے ہین تو اون کا دستور ہے کہ اسکو خراب اور وہان کے معزز لوگون کو ذلیل کردیا کرتے ہین۔ اور ہم ایلچیون کے ہاتھ ان کی طرف تحفے تحایف بھیجکر دیکھتے ہین کہ ایلچی کیا جواب لیکر آتے ہین۔ پھر جب ایلچیون کا سردار سلیمان کے حضور مین تحفے تحایف لیکر حاضر ہوا تو سلیمان نے کہا کہ کیا تم لوگ مال سے ہماری امداد کرنا چاہتے ہو؟ سو جو کچھ مجھکو خدا نے دے رکھا ہے وہ اس سے کہین بہتر ہے جو تم کو دیا ہے سو کچھ تم ہی اپنے تحفہ سے خوش ہوتے ہوگے اسے سرگروہ ایلچیان! جنہون نے تجھکو بھیجا ہے انہین کے پاس پھر لوٹ جا اور اب ہم ایسے لشکر لیکر ان پر چڑھائی کرینگے جن کا مقابلہ ـــ ـــ ان سے نہ ہو سکیگا اور ہم ان کو وہان سے ذلیل خوار کرکے نکال باہر کرین تو سہی۔ اتنے مین سلیمان نے کہا کہ اے اہل دربار! کوئی تم سے ایسا بھی ہے قبل اسکے کہ یہہ لوگ مطیع ہوکر ہمارے حضور مین حاضر ہون ملکہ کے تخت کو ہمارے پاس لاکر حاضر کر دے۔ اس پر جنات کے قسم مین سے ایک دیو بول اوٹھا کہ آپ کے دربار برخاست کرنے سے پہلے مین تخت کو حضور مین لاکر حاضر کر دونگا اور مین اس کام کے سر کرنیکی طاقت بھی رکھتا ہون اور امانت دار بھی ہون (اس کے بعد) ایک شخص یعنی خضر جس کو کتابی

عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا
آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن
يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ
فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا
عِندَهُ قَالَ هَٰذَا مِن
فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي
أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ
وَمَن شَكَرَ فَإِنَّمَا
يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَن
كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ
كَرِيمٌ قَالَ نَكِّرُوا لَهَا
عَرْشَهَا نَنظُرْ أَتَهْتَدِي
أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ
لَا يَهْتَدُونَ فَلَمَّا
جَاءَتْ قِيلَ أَهَٰكَذَا
عَرْشُكِ قَالَتْ كَأَنَّهُ
هُوَ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ
مِن قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ
وَصَدَّهَا مَا كَانَت تَّعْبُدُ
مِن دُونِ اللَّهِ إِنَّهَا كَانَتْ
مِن قَوْمٍ كَافِرِينَ قِيلَ
لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا
رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ

علم تھا بولا کہ آپ کی آنکھہ جھپکنے سے پہلے مین تخت
کو آپ کے حضور مین لا حاضر کرونگا تو جب سلیمان نے
تخت کو اپنے پاس موجود پایا بول اوٹھے کہ یہہ بھی
میرے پروردگار کا احسان ہے تا کہ مجھکو آزماتو
کہ آیا مین اس کا شکر کرتا ہون یا ناشکری کرتا ہون
اور جو کوئی خدا کا شکر کرتا ہے تو وہ اپنے بھلے کیلئے
شکر کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار
اوسکے شکر سے بے نیاز اور بڑا سخی ہے کہ ناشکرون
کو بھی دیتا ہے سلیمان نے حکم دیا کہ ملکہ کی عقل آزمائی
کے لئے اوس تخت کی صورت بدل دو تا کہ ہم
دیکھین بگو آخر کار ایمان کے سیدہے رستہ پر
آتی ہے یا انہین لوگون مین رہتی ہے جو کسی طرح
راہ پر نہین آتے پھر جب ملکہ بلقیس سلیمان کے حضور
مین آ حاضر ہوئی تو اوس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کا
تخت ایسا ہی ہے وہ بولی کہ یہہ تو گویا عین وہی ہے
اور سلیمان سے مخاطب ہوکر بولی کہ ہم کو تو اوس واقعہ
سے پہلے آپ کا برگزیدۂ خدا ہونا معلوم ہوگیا
تھا اور ہم تب ہی آپ کو مان گئے تھے اور واقع
مین وہ جو خدا کے سوا آفتاب کو پوجتی تھی اسی نے
ابتک اس کو سلیمان کے پاس آنے سے روکے بھی
رکھا کیونکہ وہ کافر لوگون مین سے تھی پھر اس سے
کہا گیا کہ آپ محل مین تشریف لے چلئے تو جب اس
نے محل مین شیشے کے فرش کو دیکھا تو گویا پانی سمجھی

عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ قَالَتْ رَبِّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ	اور وہان سے گذر نیکے لئے اس طرح پائینچے اٹھائے کہ اپنی دونون پنڈلیان کہولدین سلیمان نے کہا یہ تو شیش محل ہے جس کے فرش مین بھی شیشے ہی جڑے ہوئے ہین تب وہ متنبہ ہوکر عرض کرنے لگی کہ اے میرے پروردگار مین نے کفر سے اپنا آپ ہی نقصان کیا اور اب مین سلیمان کیساتھ ہوکر اللہ رب العالمین پر ایمان لائی

مباحث

پہلی بحث - ہدہد مشہور پرندہ ہے - عربی مین اسکی کنیت ابوالاخبار ابو ثمامہ ابوالربیع ابو روح ابو شجاذ اور ابو عباد ہے - ہدہد کی جمع ہداہد ہے - حضرت سلیمان عم کے ہدہد کا نام تفسیر ابن عباس عہ مین یعفور لکھا ہے -

ہدہد کی بصارت بہت تیز ہوتی ہے - کہتے ہین جسطرح انسان شیشے کے نیچے کا پانی دیکہتا ہے اسی طرح ہدہد زمین کے نیچے کا پانی دیکہتا ہے - پانی کی رہنمائی کے لئے وہ سلیمان عم کی لشکر کے ساتھہ رہتا تھا ہدہد کا گوشت ملت حنفیہ مین حرام ہی اوسکی آنکھہ قوت حافظہ کے لئے بہت مفید ہے خواب مین ہدہد نظر آسے تو اس کی تعبیر علم وغنا ہے -

امام ابو قلابہ عبد الملک بن رقاشی جب مان کے پیٹ مین تھے ایک روز ان کی مان نے خواب دیکھا کہ ان کے پیٹ سے ہدہد پیدا ہوا ہے - معبر نے تعبیر بتائی کہ اگر خواب سچا ہے تو تمہارے پیٹ سے ایک بیٹا پیدا ہوگا جو کثیر الصلوۃ صاحب علم اور مشہور و مقبول محدث ہوگا - چنانچہ مدت حمل گذر جانے پر امام ابو قلابہ پیدا ہوے - جب وہ سن رشد کو پہونچے ان کی فطری ذکاوت اور اتقاو پرہیزگاری ظاہر ہونے لگی - وہ ہر روز چار سو رکعت نماز نفل بلاناغہ پڑہا کرتے تھے - ساٹھہ ہزار حدیثین ان کو ازبر یاد تھین آخر اس گران پایہ محدث نے ۲۷۶ھ ہجری مین دنیا کو خیرباد کہا -

لطیفہ

اس مقام پر مجھکو ایک واقعی لطیفہ یاد آگیا جس کا لکھنا دلچسپی سے خالی نہین ہوگا ہمارے دادا مولانا نجم الدین چریاکوٹی ہندوستان کے اکابر علماء سے تھے سنہ ۱۳۰۲ھ مین انکی وفات ہوئی جناب ممدوح کے ایک ابن عم شیخ قدرت اللہ تھے ان کی حرم محترم بتول خاتون ایک نہایت ہونہار، پارسا اور فاضل بی بی تھین ان کے صفات نے انہین زبیدہ ثانیہ کا لقب دلایا۔ ان خوش سلیقہ بی بی نے ایک دفعہ خواب مین دیکھا کہ قرآن مجید مجلد نہایت ضخیم سامنے رکھا ہوا ہے جلد کے بیچون بیچ مین ایک مدور سوراخ ہے جو بالکل آر پار ہوگیا ہے۔ ہمارے جد محترم نے تعبیر بتائی کہ تمہارے ایک بیٹا پیدا ہوگا اور وہ قرآن مجید کا عمدہ حافظ ہوگا چنانچہ اس واقعہ کے دس برس کے بعد محمد عبد الشکور متولد ہوئے جو حافظ محمد عبد الشکور کے نام سے مشہور ہوئے۔

دوسری بحث۔ حدیثون اور کتب قدیمہ اور نیز قرآن کے سیاق وسباق سے صاف پایا جاتا ہے کہ سب باتین حضرت سلیمان سے ہدہد نے کہین حضرت سلیمان کا پرندون کی بولی کو سمجھنا اور پرندون سے باتین کرنا بصراحت ثابت ہے۔ ہم اسکے ثبوت مین تین دلیلین مستزاد کرتے ہین۔

پہلی دلیل۔ قرآن مجید مین اسی قصہ کے اوپر مذکور ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام

حَتّٰی اِذَا اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا مِّنْ قَوْلِهَا

چیونٹیون کے ایک میدان مین پہونچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو! اپنی اپنی بلون مین گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور انکی لشکر والے تم کو کچل ڈالین اور انکو خبر بھی نہ ہو چیونٹی کی اس بات سے سلیمان ہنسے اور مسکرائے۔

بعض ظاہر پرستون نے لکھا ہے کہ نملہ کے معنی چیونٹی کے ہنین ہین، اس لئے کہ چیونٹی کا کلام کرنا اس طرح کہ انسان سمجھ لے خلاف عقل ہے۔ نملہ دراصل

ایک بڑہیا کا نام تہا جس نے اپنی قوم بنی نملہ کو گہرون مین چہپ جانیکی ہدایت کی تھی تا لشکریان سلیمان سے انہین کوئی مضرت نہ پہونچے۔

جواب

معترض کا اعتراض غلط اور توجیہہ اس سے زیادہ غلط ہے۔

اولاً اسوجہہ سے کہ چیونٹی کا اس طرح بات کرنا کہ انسان سمجہہ لے کیون خلاف عقل ہے اس پر معترض نے کوئی بینہ پیش نہین کیا، اگر اسوجہہ سے خلاف عقل ہے کہ ابتک کسی حیوان متعلق نے اس طرح کلام نہین کیا یا کلام کرنا دیکہا سنا نہین گیا۔ یا تاریخ سے ثابت نہین تو یہ نہایت بودی بات ہے۔ ابتک کسی حیوان کے بات نکرنے سے کیونکر لازم آتا ہے کہ کر ہی نہین سکتے؟ پہر یہ کیونکر اور کہان سے ثابت ہوا کہ ابتک کسی حیوان نے کلام نہین کیا؟ یون کہو کہ تم نے ابتک کسی حیوان کو بات کرتے نہین دیکہا یا تم نے کسی حیوان کے کلام کو نہین سمجہا تو چند افراد کے جاہل ہونیسے لازم نہین آتا کہ ابتک کوئی انسان کلام حیوان سمجہنے پر قادر نہ ہوا ہو۔ حالانکہ تواریخ سے زیادہ اور بہت زیادہ صحیح مجبر وہ ہے جو آسمانی کتابون خصوص قرآن مجید اور احادیث رسول سے مروی ہو۔ ہدہد، چیونٹی اور دابۃ الارض بہت جانورون کا کلام کرنا اور انسان کی سمجہہ مین آنا مروی ہے یہان تک کہ حدیثون مین درخت و پتہر کا کلام کرنا اور رونا اور سلام کرنا بھی روایت کیا گیا ہے۔ جن مین سے استون حنانہ کا واقعہ بہت مشہور ہے۔

دوسرے۔ اس وجہہ سے کہ قرآن کے الفاظ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا سے ظاہر ہے کہ سلیمان نے چیونٹی کا کلام سنا اور اس کو سمجہا کیونکہ اگر اوسکی بات سنی اور اسکو سمجہا نہین یا سنا بھی نہین تو ہنسے کیون اور کس بات پر ہنسی آئی حالانکہ ”مِّن قَوْلِهَا“ سے صاف ظاہر ہے کہ سلیمان کی ہنسی چیونٹی کی بات سے تہی۔

ثالثاً اسوجہہ سے کہ نملہ اگر کسی بوڑہی عورت یا مرد کا نام سمجہا جاوے تو اسکی غلطی بدیہی ہے جو کسی دلیل کی محتاج نہین اس لئے کہ اس صورت مین نملہ کو غیر منصرف ہونا چاہئے کیونکہ علم اور عجمہ یا علم اور تانیث دو سبب کلمہ مین موجود ہین حالانکہ وہ

غیر منصرف نہین ہے ۔ غیر منصرف پر تنوین اور الف لام کچھہ مفصل نہین ہوتا اور نملۃٌ تنوین ہے
ہان اگر معترض نملہ کو مرفوع بلا تنوین پڑہے تو صحیح ہو جاے گا لیکن وہ قراءت متواترہ
کے خلاف ہے۔

رابعاً۔ اس وجہہ سے کہ لشکریان سلیمان بیخبری کی حالت مین بہی انسان کو کچل
نہین سکتے انسان کوئی حقیر مخلوق نہین ہے جسکو انسان ہی غفلت مین کیڑے مکوڑون
کی طرح کچل ڈالے البتہ اگر "یحطمنکم" کے معنی تکلیف وایذا کے لیے جائین اور اس سے
بربادی مراد لی جاے کہ بادشاہی لشکر جہان کہین وارد ہوتا ہے عوام الناس
اور اہل ملک تباہ و پریشان ہوتے ہین تو مذکورہ ستم دفع ہو جائیگا لیکن پھر دوسری
چار خرابیان اس سے بڑہکر لازم آتی ہین۔

اول یہہ کہ لشکریان اسلام عام لشکریون جیسے نہ تھے جو ملک والون کو تکلیف و
ایذا پہونچاتے۔ دوسرے یہ کہ نملہ نے اپنی نوع کو ہدایت دی تھی کہ سب اپنے
گہرون مین چلے جاؤ، ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کے لشکر والے نادانستہ تم کو تکلیف
پہونچائین، اس سے خود ظاہر ہے کہ نملہ کو علم تہا کہ لشکریان سلیمان عام لشکریون جیسے نہین
ہین جو رعایا کو جان بوجہکر ہلاک کرین اور ایذا پہونچائین اور جب یہہ صورت ہے
کہ لشکریان سلیمان کا دانستہ تکلیف نہ پہونچانا مسلم تہا تو نملہ سے بوڑہی عورت اور
نمل سے ان کے قبیلہ والونکا مراد لینا خود باطل ہو گیا کیونکہ آدمی کو آدمی نادانستگی
مین کچل نہین سکتا ۔ تیسرے یہہ کہ چیونٹی نے سلیمان اور لشکریان سلیمان دونون کی
نسبت گمان کیا تہا حالانکہ سلیمان پیغمبر کی ذات سے یہ اندیشہ کہ انسان کو ایذا
پہونچائینگے نہ بیخبری مین صحیح ہے نہ حالت علم مین ۔ چوتھی یہہ کہ چیونٹی نے اپنے
ہی نوع سے گہرون مین چہپ جانیکو کہا تا لشکریون کے شر سے محفوظ ہو جائین لیکن
ظاہر ہے کہ رعایا گہرون مین چہپ جائین تو بہی لشکریون سے اور انکی شرارتون
سے بچ نہین سکتے ۔ غرض ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ نملہ سے چیونٹی ہی مراد ہے اور
چیونٹی ہی نے اپنی ہم جنس چیونٹیون سے کہا تہا کہ تم سب اپنی بلون مین گہس جاؤ ورنہ

شاید لشکر والے بیخبری مین کچل ڈالین ۔

ثانیاً اسوجہہ قرآن مجید مین اللہ تعالی فرماتا ہے قَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَ اُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ (ترجمہ) سلیمان نے کہا کہ اے لوگو! ہم کو پرندون کی بولی سکہائی گئی ہے اور ہمکو ہر طرح کے سازو سامان عنایت ہوئے لیکن بعض ابنای دہر نے لکہا ہے کہ طیر کے معنی گہوڑے کے ہین اور منطق الطیر سے علم الافراس یعنے گہوڑونکا علم مراد ہے۔

محض لغو توجیہہ ہے ۔ اولاً ۔ تو علم الافراس کے جاننے والے اب بھی گلی کوچون مین بکثرت پائے جاتے ہین اور ہر زمانہ مین رہے ہین پھر حضرت سلیمان کو ایسے لوگون علم کے سکہائے جانے پر کونسی بزرگی اور کیا فخر کی جگہہ تہی جو انہون نے بڑی تمکنت سے فرمایا اَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ دوسرے یہہ کہ طیر کے معنی گہوڑے کے ہرگز نہین ہین ۔ یہہ معنی لغت عربی کے بالکل خلاف ' قرآن کی تحریف اور جہالت پر مبنی ہے ۔

تیسری دلیل ۔ نطق و منطق تعارف مین ہر اس لفظ سے عبارت ہے جس سے بولنے والے کا مافی الضمیر سمجہا جائے عام اس سے کہ وہ لفظ مفرد ہو یا مرکب ہو۔ حیوانات کی آوازین اس حیثیت سے کہ وہ تخیلات کی تابع ہین بمنزلہ عبارات کے ہین حیوانات کی ہر آواز مختلف غرض کے واسطے ہے ۔ ایک آواز سے کچہہ مفہوم ہوتا ہے ۔ دوسری آواز سے کچہہ انسان کے منہ سے لفظ آہ نکلتا ہے تو اس سے غم و الم اور واہ صادر ہو تو سرور معلوم ہوتا ہے پہر ہر ایک جاندار کی ہر آواز و کلام ایک حد تک اداسے طرز کلام اور حرکت و انداز کے ہی تابع ہے اس مین انسان و حیوانات سب برابر ہین ۔

تو اب ہم کہتے ہین کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کی نفس قدوسیہ کو یہہ علم و قدرت حاصل ہوگا کہ جب کسی پرند یا چرند کی آواز سنتے تھے تو اسکی آواز کے مفہوم تخیل و غرض کو سمجہہ لیتے تھے اس علم کا وہ اعلیٰ درجہ تہا اور اس کا ادنیٰ درجہ ہر زمانہ کے

لوگون مین یہ پاتے ہین چنانچہ کتا، بلی، بندر اور اکثر حیوانات کی آوازون سے انکا مقصود سمجھہ مین آجاتا ہے اور اوسپر عملدرآمد ہوتا ہے۔

چوتھی دلیل نطق اور کلام حیوان کے محال ہونے پر کوئی دلیل عقلی اور برہان قطعی ابتک قایم نہین ہوا، صرف یہہ کہ آج تک ہم نے کسی حیوان مطلق کو آدمی کی طرح بات کرتے نہین دیکھا سو یہہ وجہہ اس کے محال ہونے پر کوئی اثر نہین رکھتی۔

اگر انسان نے ابتک کسی حیوان کو بات کرتے نہین سنا تو اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ ان مین بات کرنیکی قدرت ہی نہ ہو یا وہ قیامت تک بات نہ کرسکین یا ان کی بات کوئی سمجھہ نہ سکے بہت امور ایسے ہین جو پہلے کسی کے وہم وگمان مین بھی نہ تھے اور آج اونکا مشاہدہ ہورہا ہے۔

منجملہ ان عجائبات عالم کے ایک فونوگراف ہے۔ بھلا کس کے خیال مین یہہ بات آئی یا آسکتی تھی کہ انسان آواز کو بھی بند کرسکیگا حالانکہ اب وہ معرض وقوع مین آگیا

فلاسفہ متقدمین کے نزدیک بالاتفاق مسلم ہوگیا تھا کہ ہر ادنیٰ اپنے اعلیٰ کی خوراک ہے مگر اعلیٰ اپنے ادنیٰ کی غذا نہین ہے نہ ہوسکتی۔ اب دیکھو کہ یہ کلیہ مشاہدہ سے باطل ہوگیا امریکہ مین ایک درخت ایسا دریافت ہوا ہے جو حیوانات کو کھاجاتا ہے اس طرح کے جو جاندار اس کے پاس سے گذرتا ہے، درخت کے اندر سماجاتا ہے اور دم کی دم مین بالکل جذب ہوکر گوشت پوست سب درخت کا عین جزو بنکر فنا ہوجاتا ہے

گونگا انسان، سمجھتا سب کچھہ ہے مگر بول نہین سکتا، مگر اسکا بول نہ سکنا، کسی سبب سے ہے اگر وہ سبب رفع ہوجائے تو وہ بھی بولنے لگے۔ یہی حال حیوانات کا سمجھنا چاہیے لیکن یہہ مثال ناقص ہے اور وہ نقص اسوجہہ سے ہے کہ حیوانات کی ماہیت اور ان کے بول نہ سکنے کا سبب ہم کو نہین معلوم ہے اور اسی لیے ہم کہتے ہین کہ ممکن ہے وہ سبب رفع ہوجاے اور انسان کی صحبتون مین رہتے رہتے یا کسی اور وجہہ سے جو ہمارے ذہن مین بالفعل نہین آسکتی، حیوانات بول سکنے پر قادر ہوجائین۔

پانچوین دلیل۔ ہماری بنا ءین قوت مدرکہ اور نطقیہ بہت قوی ہے۔ وہ

انسان کی ہر ادا ہر حرکت کی نقل بعینہ اُتار دیتا ہے یہان تک انسان جس طرح اور جس لہجہ گفتگو کرتا ہے وہ ہو بہو اسکی نقل اُتار دیتا ہے اور اس طرح اوتار دیتا ہے کہ سُننے والا مطلق اصل و نقل کی تمیز نہین کرسکتا پہاڑی مینا کی اس نقالی سے یہہ بات تو یقینی طور پر ثابت ہوجاتی ہے کہ وہ اور مثل اُس کے اور حیوان بول دینے پہ قادر ہین گو وہ نقالی ہی کے طور پر ہو۔

حیوانات مین نطق ہے یعنی وہ جزئیات سے کلیات کو اور کلیات سے جزئیات کو جانتے پہچانتے ہین جیساکہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ ابھی ثابت کرینگے اور نیز وہ انسان کے کلام کو نقل کرنے پر بھی قدرت رکھتے ہین اور جب یہ دونون باتین ثابت ہین تو پھر یا دوسرے حیوانات کا انسان کی طرح بولنا کیون محال ہونے لگا ہے

چھٹوین دلیل۔ کہا جاتا ہے کہ کلام و نطق خاصہ انسانی ہے تو اب ہم پوچھتے ہین کہ پھر انسان پیدا ہوتے ہی کیون نہین صاف بولنے لگتا حالانکہ اور حیوانات اپنی بولی پیدا ہونے کے بعد ہی بولنے لگتے ہین۔

تم کسی بچہ کو پیدا ہوتے ہی جنگل مین رکھو، وہین اسکی پرورش و پرداخت کرو تا کسی آدمی سے وہ ملنے نہ پائے، بڑا ہونے پر یقیناً گونگا رہے گا چنانچہ بہت ایسے انسان کے بچے جو بھیریون کی ماندون سے نکالے گئے ہین، ایسے ہی پائے گئے ہین کہ وہ انسان کی طرح ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکال سکتے تھے۔ ان وجوہ سے معلوم ہوا کہ انسان کے کلام کرنیکی وجہہ ہم کو قطعی طور پر نہین معلوم ہے۔ اور جب ہمارے اس طرح کلام کرنیکی وجہہ خود ہی ہم پر نہین کھلی تو کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ دوسرے حیوانات ہماری طرح کلام نہین کرسکتے

تیسری بحث

یہہ تمام مقولہ ہدہد کا جو قرآن مجید مین بیان ہوا ہے اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ نطق خاصہ انسانی نہین ہے حیوانات بھی کلیات سے جزئیات کو ممیز کرتے اور جزئیات سے کلیات کو پہچانتے ہین ورنہ شیطان کا بہکانا اور عمل کو اچھا کر دیکھانا کوئی معنی

امر نہ تھا جس کو ہد ہد نے سمجھ لیا۔

کوئی تعجب کی بات نہیں کہ خدا نے جانوروں بلکہ جمادات کو بھی قوّتِ ادراک عنایت کی ہو جس سے وہ خدا کو اور اس کے بعض صفات کو جانتے پہچانتے ہوں۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو خدا کی حمد و تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے ہو) بلاشک و شبہ ہم حیوانات کی تسبیح و تقدیس کو نہیں سمجھتے تا بہ نطق و تسبیح جمادات چہ رسد یہ تو بدیہی ہے کہ حیوانات میں سے ہر ایک جاندار بولتا ہے۔ ایک دوسرے سے کلام کرتا ہے لیکن وہ کیا بولتے ہیں اور کس طرح کلام کرتے ہیں وہ ہم نہیں سمجھتے پس یہ نہ سمجھنا اس امر کا مستلزم نہیں ہے کہ ان مخلوقات کو غبی مطلق اور بالکل غیر مدرک سمجھ لیا جائے۔ اس آیۃ کریمہ سے تمام مخلوقات میں ادراک کا ہونا پایا جاتا ہے مگر بنی آدم کو حیوانات وجمادات کے اس ادراک کا شعور نہیں ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ آدم کے بیٹوں کو ایک خاص طرح کی عقل دی گئی ہے جس کے بل بوتے پر انہوں نے دنیا میں اپنا تسلط بٹھا رکھا ہے۔ پھر بھی جانوروں میں بعض فطری کمالات ایسے ہیں جو انسان کو حاصل نہیں اور وہ کمالات عقل کے بدون حاصل نہیں ہو سکتے اور عقل بھی ادنےٰ درجہ کی عقل نہیں بلکہ عقل انسانی سے بالاتر۔

شہد کی مکھی اور چیونٹی کی کیا حقیقت ہے مگر ان کے انتظام اور ان کے چھتوں اور گھروں کی بناوٹ دلالت کرتی ہے کہ انہیں ایک خاص سلیقہ عنایت ہوا ہے۔

آدمی چنڈول کا سا گھونسلا نہیں بنا سکتا۔ کونجوں کی قطاروں میں ایسی ترتیب دیکھی جاتی ہے جو بڑی قواعد دان فوجوں میں بھی نہیں پائی جاتی اور اسی طرح کی ہزاروں باتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جانور ظاہر بین بھی اتنے بد عقل نہیں ہیں جتنا ان کو انسان نے سمجھ رکھا ہے بلکہ بہت باتوں میں

جانورون کو آدمیون پر فوقیت حاصل ہے جس مقام پر بہت ساری چیونٹیان
قطار در قطار ایک کے پیچھے ایک جا رہی ہون تم ذرا گے ذرا وہان ٹھیکر ان کی سمجھہ
کا تماشا دیکھو۔ اور ان کی سمجھہ کا تجربہ کرو۔

اس حقیر مخلوق کی صف یعنے قطار کے درمیانی حصہ مین کہین بھی انگلی رکھدو، ہماً
چیونٹیان تتر بتر ہوکر بھاگنے لگ جاینگی۔ اس وقت غور کرو، اس بھاگڑ
مین جانیوالی چیونٹی جب آنیوالی چیونٹی سے ملاقی ہوتی ہے تو دونون ملکر وہین
ٹھیر جاتی ہین پھر جانیوالی چیونٹی، اپنی آنیوالی ہمجنس کو ساتھہ لیکر واپس چلی جاتی ہے
اور ان مین سے پھر کوئی اس طرف کا رخ نہین کریگی جہان انکی صف درہم برہم
ہوئی ہے اس تجربہ سے تمپر دو باتین کہلین گی۔

اول یہہ کہ چیونٹیون مین سمجھہ اور نطق ہے۔

دوسرے یہہ کہ ان کی اس حرکت سے تم نے اتنا تو جان لیا کہ اونہون نے
آپس مین کلام کیا ایک نے دوسرے کو خطرہ سے آگاہی بخشی کیا بات کہی اور
کیونکہ کبھی وہ تم نہین سمجھہ سکتے یہی حال تمام مخلوقات و جمادات کا ہے۔

جو نفوس قدسیہ حیوانات کی حقیقت اور اون کے حرکات و سکنات سے
واقف ہوگئے اُن کی آوازون کے اغراض سے مطلع ہوگئے اونہون نے بتلادیا
کہ حیوانات بھی ناطق ہین ان وجوہ سے ہدہد کا بولنا جانورون کا سمجھہ اور نطق رکھنا اور
حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان کی بولیان سمجھنا، عقل و نقل دونون پہلو سے ثابت و مسلم
ہوجاتا ہے۔

بحث چہارم

یہہ ملکہ جسکی ہدہد نے تعریف کی تھی ملکہ بلقیس بنت شراحیل بن مالک بن الریان،
عربی شہزادی اور ملک یمن کی نہایت عاقلہ اور باجبروت سلطانہ تھی۔

اس کا تخت تیس گز اونچا، تیس گز لانبا۔ اور تیس گز چوڑا تھا۔ سونے چاندی
سے مرصع اور جواہرات سے مکلل تھا۔ اس کی مفصل کیفیت ہم نے اپنی کتاب الخشرت

کے جلد چہارم مین ملکہ بلقیس کے حالات مین حوالہ قلم کی ہے۔
حضرت سلیمان نے درباریون ہی فرمایا کہ تم مین کون ایسا شخص ہے کہ بلقیس کا تخت قبل اس کے کہ وہ میرے پاس آ سکے، یہان لا حاضر کردے۔ وہ اس لئے کہ جب بلقیس مسلمان ہوکر اور سلیمان کی اطاعت قبول کرکے حاضر ہوجاتی تو اسوقت بلا اجازت و رضامندی اس کا تخت نہین منگوا سکتے تھے اور اسوقت وہ کافرہ کے حکم مین تھی۔ بلا اس کی رضامندی کے تخت کا منگوا لینا شریعت داؤدی کے رو سے جایز تھا اور یہ بھی مقصود تہا کہ جب بلقیس اپنا اتنا عظیم الشان تخت سلیمان کے پاس پائیگی جسکو وہ گہر چہوڑ آئی تھی تو سلیمان علیہ السلام کی سلطانی طاقت اور ان کی مافوق العادت قوت اور نبوت مین شک نہ کریگی۔
حضرت سلیمان کے پہلے مرتبہ کے پوچہنے پر ایک دیو یعنی جنات مین کا کوئی جنیث قد یا بڑا قوی انسان عامل جس کا نام ذکوان یا صخر جنی تھا اُٹھکھڑا ہوا اور عرض کیا کہ آپ کے دربار برخواست کرنے سے پہلے مین تخت بلقیس لا سکتا ہون اور مین امانت داری سے لا دونگا۔ تخت مین کا جواہر وغیرہ کوئی چیز چرا اونگا نہین سلیمان نے فرمایا مین اس سے بھی جلدی۔

تحفت یخیم

چاہتا ہون تب ایک دوسرا شخص اٹھکھڑا ہوا جو کوئی کتابی علم جانتا تھا اور وہ بولا کہ آپ کی آنکھہ جہپکنے سے پہلے تخت بلقیس آپ کے حضور مین حاضر کردونگا اس گذارش کے بعد زمین کو ایک جنبش ہوئی اور سلیمان ھو نے اپنے روبرو بلقیس کے عظیم الشان تخت کو موجود پایا۔
یہہ لانیوالا کون تھا؟ اس مین علماء کو اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ وہ حضرت سلیمان ھو کے وزیر اعظم آصف بن برخیا تھے جن کو اسم اعظم کا عمل تہا بعض کہتے ہین حضرت جبریل تھے۔ بعض کہتے ہین کہ فرشتون مین سے کوئی فرشتہ تہا بعض نے خود حضرت سلیمان ھو کو بتایا ہے۔ یعنی مذکورہ گفتگو کے بعد انہین نے خود تخت

کو منگا لیا یا یہ مطلب ہو کہ جب دیو نے سلیمان سے عرض کیا کہ میں آپ کے اٹھنے سے پہلے تخت کو لا دونگا تو حضرت سلیمان نے خود فرمایا کہ میں تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت منگوا لونگا مگر یہہ تاویل بعید ہے جو سیاق و سباق سے اچھی طرح ہرگز نہیں کہاتی علامہ ابن ملقن اور داؤدی رحمہما اللہ تعالیٰ کا صحیح مسلک یہہ ہے کہ بلقیس کا تخت عظیم و عجیب حضرت خضر علیہ السلام چشم زدن میں لائے تھے جو سلیمانی دربار میں موجود تھے اور ان کو کتابی علم یا اسم اعظم کا عمل تھا۔

جب تخت حاضر ہو گیا۔ سلیمان نے فرمایا کہ اس میں کچھہ تبدیلی کر دو۔ درباریوں نے یہہ کیا کہ جہان سرخ جواہر تھے سبز کر دیئے اور سبز کی جگہ سرخ کر دیئے۔ جانب اعلیٰ کو اسفل اور اسفل کو اعلیٰ کر دیا جب بلقیس آئی۔ اس سے پوچھا گیا کہ کیا ایسا ہی تمہارا تخت ہے۔ وہ جواب دینے میں سخت گھبرائی اور متعجب ہوئی کہ میرا اتنا بڑا تخت اتنی جلد یہان کیونکر پہونچ گیا ہے تو وہی لیکن کچھہ بدلا سا ہے غرض فوراً سوچ ساچکر جواب دیا اور بہت عاقلانہ جواب دیا کہ گویا وہی ہے۔ سلیمان اس عاقلانہ جواب اور بلقیس کی متانت و دیانت سے بہت خوش ہو گئے۔ پھر جب بلقیس شیش محل میں داخل ہوئی جہان فرش ہی شیشے کا تھا دور سے اس کو پانی لہراتا معلوم ہوا۔ پانی سے بچنے کے لئے اس نے اپنے لٹکتے ہوئے کپڑے کو اوٹھا لیا جس سے پنڈلیاں کھل گیئں سلیمان نے مسکرا کر فرمایا یہہ پانی نہیں ہے فرش پر شیشہ منڈھا ہوا ہے آخر بلقیس مسلمان ہو گئی۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ حضرت سلیمان نے اس سے نکاح کیا یا نہیں۔

حضرت ابن عباس رضہ کا مقولہ ہے کہ سلیمان عم نے بلقیس سے نکاح کر کے اس کو اپنے ملک پر برقرار رکھا

بحث ششم

اب یہان فلسفی کا ایک اعتراض کرتا ہے کہ اتنا بڑا عظیم الشان تخت ایک یا چند سکنڈ میں سیکڑون کوس کی مسافت سے کیونکر آسکتا ہے اور کیونکر لایا گیا؟

یہہ اعتراض محض سرعت رفتار پر ہے اور وہ ممکن ہے جسکو ہم چند دلیلون سے ثابت کرتے ہین۔

اول علم ہندسہ مین ثابت ہو چکا ہے کہ قرص آفتاب کی دونون طرف کے بیچ مین جو وسعت ہے وہ کرہ زمین کی دونون طرف کی وسعت سے (۱۶۴) حصہ زیادہ ہے اور حال یہہ ہے کہ آفتاب کا طرف اسفل ایک پل سے بھی کم دیر مین طرف اعلی کی جگہ پہونچ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر فرض کرو کہ تصویر منقوشۂ ذیل مین الف آفتاب کا طرف اعلی اور ب اس کا طرف اسفل ہے تو اب دیکھو کہ گردش مین ب کا حصہ ایک پل سے بھی کم دیر مین الف کی جگہ اور الف کا حصہ ب کے نقطہ پر پہونچ جاتا ہے۔ جیسا کہ فلسفہ بطلیموسی مین مسلم ہے کیونکہ اس فلسفہ کے رو سے آفتاب اپنے محور پر گہومتا ہے۔



یورپ کے جدید فلسفہ نے ثابت کردیا ہے کہ مشتری سیارہ ایک گھنٹہ مین تیس ہزار میل کی مسافت طے کرتا ہے اور بعض اجسام کثیفہ ایک منٹ مین ایک کروڑ کئی لاکھہ میل کی مسافت طے کرلیتے ہین۔

اور جب اتنے بڑے بڑے اجسام مین اتنی تیز حرکت ہے تو بلقیس کا تخت اگر چند سکنڈ مین بیس بائیس منزل کی مسافت سے آگیا تو اس مین کونسا استبعاد ہے حالانکہ اعراض کے قبول کرنے مین اجسام سب برابر ہین۔ حرکت کے لحاظ سے جسم کی چھوٹائی بڑائی کوئی چیز نہین ہے بلکہ بہ نسبت چھوٹے جسم کے بڑے جسم کا زیادہ تیز حرکت کرنا زیادہ حیرت انگیز ہونا چاہیے۔

ثانیا۔ زید ایک گھنٹہ مین بیس میل چلتا ہے۔ عمرو ایک گھنٹہ مین دس ہی میل چلتا ہے۔ بکر تین ہی میل چل سکتا ہے حالانکہ بحیثیت جسم سب مساوی ہین،۔

ہندوستان کی بعض ریل گھنٹہ مین بیس میل اپنے مسافرون کو لیجاتی ہے اور یورپ وامریکہ کی بعض ریلین گھنٹہ مین ساٹھہ میل کی مسافت طے کرلیتی ہین ۔
غرض حرکت کا تیز اور دھیما ہونا جسم سے متعلق نہین ہے اور کسی جسم کی سرعت رفتار خلاف قیاس نہین بلکہ ممکن ومشاہد ہے اب رہا وقوع کا ثبوت کہ ایسا ہوا یانہین ۔اس کے لئے معتبر روایت کا ملنا درکار ہے ۔
اس مین کوئی شبہہ نہین کہ قرآن کلام آلہی ہے ۔ وہ نہایت سچی خبر دیتا ہے ۔ اسمین جھوٹ کی ذرا آمیزش نہین ہے ۔ مخالفین اسلام بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہین کہ قرآن مجید جسطرح محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا آج بھی بعینہ اسی طرح مسلمانون کے ہاتھون مین موجود ہے ۔اس مین باوجود صدیون کے گذرجانے کے ایک حرف ایک شوشہ کا بھی فرق نہین آیا ہے ۔
اور چونکہ اس معتبر کتاب مین بیان کیا گیا ہے کہ بلقیس کا تخت چند سکنڈون مین ملک یمن سے دربار سلیمان مین آگیا اسلئے اب وقوع کا ثبوت بھی ہوگیا
ثالثاً ہم کہتے ہین کہ ہر حرکت کے لئے محرک کا ہونا واجبات سے ہے ۔ بچہ بچہ جانتا ہے کہ جب تک کوئی قوت حرکت دینے والی نہ ہو، کوئی حرکت نہین ہوسکتی ۔ تو اب یہہ ہم عرض کرنے سے باز نہین رہ سکتے کہ جب حرکت کے لئے محرک ضروری ہے توجس محرک نے مشتری وغیرہ سیارون کو اتنی سرعت رفتار بخشی ہے اسی قوت سے اگر تخت بلقیس اتنا جلد منگا لیا گیا تو حیرت انگیز نہین بالکل قرین عقل ہے

بحث ہفتم

کتابی علم سے کونسا علم مراد ہے ۔ یہہ ٹھیک نہین معلوم ۔ بعض نے لوح محفوظ کو مراد لیا ہے ۔ بعض نے لکھا ہے کہ کوئی ایسا حسی فن ہوگا جس کے ذریعہ سے تخت بلقیس مین اتنی سریع حرکت پیدا ہوگئی ۔
فلسفہ ادنی کے جاننے والے تو کنگرہ عرش پر کمند عقل ڈالتے ہین ۔ کیسے کیسے عجائب غرائب صنائع اور روز روز نت نئی تیز رفتار کلین اور سواریان ایجاد

کرتے رہتے ہین - جن کو دیکھکر عقل دنگ رہ جاتی ہے پھر جو نفوس قدوسیہ فلسفہ الٰہیہ کے ماہر ہون ان کے عجائبات پر تعجب کیا جانا کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے ؟ جہل مرکب نہین ہے تو کیا ہے !!

خضر و سکندر علیہ السلام

بہمن بادشاہ ایران کے ایک بیٹی ہمائی نامی بہت خوبصورت و نازک اندام تھی - بہمن اپنے دادا گشتاسپ کے مذہب پر تھا جسکے عہد مین زردشت بانی مذہب مجوسی نے نکلکر دعوی نبوت کیا تھا، انہین کو گبر کہتے ہین اور چونکہ آفتاب پرستی و آتش پرستی ان کا مذہب ہے اس لئے ان کو شماسی کا لقب بھی دیا گیا -

مجوسیون کے مذہب مین بیٹی اور بہن سے نکاح درست ہے - بہمن نے اس سے فائدہ اوٹھایا اور بیٹی کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو کر اوس (ہمائی) سے نکاح کرلیا یا اوسپر متصرف ہوگیا - اور ہما کو اپنے باپ سے حمل رہ گیا - ہنوز وضع حمل کو عرصہ تھا کہ بہمن کو پیام موت آپہونچا - مرتے وقت اوس نے وصیت کی کہ میری بیٹی ہما جیسے حاملہ ہے تو اس کے بطن سے جو اولاد، ذکور داناث کے قسم سے پیدا ہو وہ ہی میرا ولیعہد سلطنت ہو - جب بہمن مرگیا، ملک والون نے یہ مشورہ کرکے کہ فی الوقت کوئی فرمانروا ہونا چاہیئے، ہما کو بادشاہ کی بیٹی سمجھکر تخت حکومت پر بیٹھا دیا مدت حمل گذر جانے پر اس کے بیٹا پیدا ہوا جس کا نام داراب رکھا گیا داراب کے پیدا ہونے کے بعد ہما کو خوف ہوا کہ اس بچہ کے بالغ ہوتے ہی مجھکو سلطنت سے دست بردار ہونا پڑیگا - بے رحم و حریص ماں نے شفقت مادری کو بالائے طاق رکھا - بچہ کو ایک ہوادار صندوق مین اچھی طرح سے بند کرکے دریا مین بہا دیا - صندوق بہتا ہوا، ایک دہوبی کے ہاتھ لگا جس کے کوئی اولاد نہین تھی - اوس نے داراب کو بیٹا بنا کر بڑے ناز و نعمت سے پالا - جب داراب بڑا ہوا اس نے مصنوعی باپ کے پیشہ سے کوئی دلچسپی نہین لی - اور وہ سپہگری اور فنون حرب

کا شوقین تھا شدہ شدہ راز افشا ہوا۔ داراب کو اپنی حقیقت معلوم ہوئی۔ ہوتے ہوتے وہ ترقی کے اعلیٰ زینہ پر پہونچا۔ ملکہ ہما نے بیٹے کو پہچانا اور خود امور فرمانروائی سے الگ ہوکر لائق فرزند داراب کو تاج و تخت حوالہ کر دیا۔

داراب کے عہد سلطنت میں فیلقوس بادشاہ روم تھا۔

روم و ایران کے درمیان میں فریدون کے زمانہ سے نسلاً بعد نسل عداوت متوارث چلی آتی تھی ان دو میں سے جو زبردست ہوتا اپنے حریف کو دبا بیٹھتا، کبھی ایران روم کا ماتحت ہوجاتا۔ کبھی اسکو اپنا باجگزار بنا لیتا۔

اس اثر سے داراب کو بھی فیلقوس سے دوچار ہونا پڑا۔ فیلقوس نے شکست پائی اور صلح پر مجبور ہوا۔ بادشاہ ایران کو داماد بنا کر جان بچائی۔

داراب شاہ روم کی مہ جبین بیٹی کو بیاہ کر ایران میں واپس آیا اور عیش و عشرت میں لگ گیا روم کی شہزادی خوبصورت تھی۔ نازک اندام تھی مگر گندہ دہنی کے گندہ مرض نے اس کی ساری خوبصورتی کو خاک میں ملا دیا تھا شروع شروع میں تو عہد عروسی اس عیب کی پردہ پوشی کرتا رہا پھر آخر کب تک ؟ ایک روز عین خلوت میں شہزادی کے منہ سے جو بدبو کی لپٹ آئی، بادشاہ کا دماغ پھٹ گیا۔ اسی وقت متنفض ہوکر باہر نکل آیا اور دوسرے روز دلہن کو روم کی طرف اس کے باپ کے پاس روانہ کر دیا۔ لیکن کسی کو یہہ معلوم نہیں تھا کہ روم کی شہزادی داراب سے حاملہ ہوچکی ہے۔

بہر حال وہ شوہر کا حمل لئے ہوئے باپ کی محل میں پہونچی۔ مدت حمل منقضی ہوچکنے کے بعد ایک بچیا جاگتا با اقبال بیٹا پیدا ہوا۔ فیلقوس نے خوش ہوکر سکندر نواسے کا نام رکھا مگر چونکہ خود اس کے کوئی بیٹا نہیں تھا اس لئے سکندر کو بجائے نواسہ کے اپنا بیٹا مشہور کیا اور اسی کو ولیعہد قرار دیا۔

یہہ وجہہ ہے کہ سکندر بجائے سکندر بن داراب کے سکندر بن فیلقوس رومی مشہور ہوا داراب کے ایک ایرانی شہزادی سے ایک بیٹا دارا ہوا جو

باپ کے مرنے پر ایران کے تاج و تخت کا مالک ہوا۔ اور ادہر فیلقوس رومی کے مرنے پر روم کی فرمانروائی کا تاج سکندر کے سر پر رکھا گیا۔

سکندر اور دارا، دونون علاتی بہائی تہے۔ ایک روم کا بادشاہ دوسرا ایران کا فرمانرا اور دونون کے دونون اپنے حریف بادشاہ کی حقیقت سے بیخبر۔ سکندر کی فاتحانہ اولوالعزمی نے اوس کو نچلا بیٹہنے نہین دیا آخر اوس نے اوسی پرانی مخالفت کے اثر سے دارا پر لشکر کشی کی۔ دو لڑائیان ہوئین دونون دفعہ دارا کو شکست ملی۔ دارا شکست خوردہ پناہ لینے کو بہاگ کہڑا ہوا اتنے مین اس کے نمک حرام وزیرون نے اس کا کام ہی تمام کر دیا۔ دارا کے مرنے کے وقت سکندر کو خبر ملی کہ وہ جس بادشاہ کو یون پریشان کئے ہوئے ہے وہ خود اوسی کا بہائی ہے جو اپنے وزیرون کی کور نمکی کی بہینٹ چڑہ کر دم توڑا یا ہے سکندر اندوہ حسرت کے ساتہہ مرنے والے بہائی کے بالین پر آیا، زانو پر اس کا سر لیکر تسلی کرنے لگا۔ دارا نے کچہہ وصیتین کین اور اس جہان سے سدہار گیا۔

جب دارا پہلے رخصت ہوگیا، سکندر نے جانوسپار اور ماہیار دونون قاتلون کو زندہ پہانسی پر لٹکا دیا۔ دارا کی بی بی اور بیٹی کو ان کی مرضی پر خود مختار چہوڑ دیا اور خود سلطنت ایران پر قابض و متصرف ہو گیا۔

ایران سے فارغ ہونے کے بعد سکندر راجہ کید ہندی کی طرف رخ کیا۔ لشکر کشی سے پہلے دفد بہیجکر اپنی اطاعت کی طرف بلایا۔ کید نے آل پر نظر کر کے صلح کو جنگ پر ترجیح دی۔ سکندر کو لکہا کہ ہمارے پاس چار چیزین ایسی نایاب و بیش بہا ہین کہ اس سے پہلے تمام سلاطین عالم کے خزانے اون سے خالی رہے ہین اور اب بہی سوائے ہمارے ملک کے کرہ عالم مین کہین ان کا مثل موجود نہین ہے۔

ایک تو خود میری حسین و جمیل بیٹی ہے کہ ویسی خوبصورت و نازک اندام

مہ پارہ چشم فلک نے بھی کبھی نہین دیکھا ہوگا۔ اس کے لبون سے دودہ کی سی جھک اور اس کے منہ اور بالون سے مشک کی سی خوشبو آتی ہے وہ فہم اور سلیقہ اور شرم وحیا مین بھی اپنی آپ نظیر ہے۔

دوسرے۔ میرے پاس ایک جام ہے کہ اس کو شراب سے بھر کر اس مین سرد پانی ڈالدیا جاتا ہے تو عرصہ تک وہ کام دیتا ہے اور ہمیشہ ایک ہی لطف پھر آب سرد کا کام بھی اس سے لو شراب بھی اس سے پیو۔

تیسرے۔ ایک طبیب ہے جو آنسو دیکھکر بیماری پہچان لیتا ہے۔

چوتھے۔ میرے دربار مین ایک حکیم ہے جو آئیندہ امور کی سچی خبر دیتا ہے سکندر نے یہ چارون چیزین دوسرے اور تحفہ وہدایا کے ساتھ لیکر کید ہندی سے موافقت کرلی اس کے بعد فرہندی کو تہ وبالا کرتا ہوا عرب شریف پہونچا بیت الحرام کی زیارت کرکے جدہ ہوتا ہوا مملکت مصر پر دہاوا بولدیا قبطلون والی مصر استقبال کرکے سکندر کو اپنے پایہ تخت مین لایا دنون تک ضیافت کرکے بڑے تزک واحتشام اور مدارات کے ساتھ بادشاہ اقبالمند کو رخصت کردیا۔ یہان سے آگے بڑہ کر اندلس پر چڑہائی کی مگر آخر صلح پر انجام ہوا سکندر ادہر سے اقبال وظفر کو ساتھ لیکر رخصت ہوا۔ ملکون کو زیر وزبر کرتا ہوا حبش وافریقیہ جادھمکا اور وہان سے فتح کے پرچم اڑاتا ہوا ایک شہر زہم نامی سے گذرا جولب کوہ واقع تہا شہر والون نے سکندر سے فریاد کی کہ اس پہاڑ کے حوالی مین ایک عظیم الشان اور موذی اژدہا رہتا ہے۔ سکندر تدبیر سے اژدہے کو ہلاک کرکے پہاڑ پر چڑہا۔ وہان کیا دیکھتا ہے کہ ایک مکان مین زرین تخت رکھا ہوا ہے۔ تخت پر ایک مرد سویا ہوا ہے اوپر سے دیبا کی چادر اڑہائی ہوئی ہے بظاہر اس مین حیات کا کوئی اثر نہین معلوم ہوتا۔ لوگون نے عرض کیا کہ ہم اس تخت ومردہ کو اسی حالت مین اپنی عمر سے دیکھتے آتے ہین۔ جب کسی ملک کو کوئی سخت مہم پیش آتی ہے

اور وہ غرض لیکے یہان آتا ہے تو خود بخود اس کا جسم کانپنے لگتا ہے - سکندر
دیکھ بحال رہا تھا کہ ایک طرف سے صدا آئی کہ غافل شخص! تو نے بہت شاہان
عالم کو زیر وزبر کیا، کتنے دوست و دشمن کے شیرازون کو توڑ کے درہم برہم
کیا، اب تجھے صرف مرنا باقی رہگیا ہے - اس آواز سے سکندر کو ہیبت و خوف
نے گھیرا، بھاگا بھاگ پہاڑ سے اُتر کر آبادی کی طرف چلا آخر اس کا گذر،
ہردم نامی ایک شہر مین ہوا جہان صرف عورتین بستی تھین اور عورتین بھی ایسی
کہ ان کا ایک طرف کا سینہ تو مرد کا سا - اور دوسری طرف عورت کی چھاتی -
لشکرون مین سے کچھ شائستہ لوگون کو منتخب کر کے شہر ہردم کی طرف وفد
بھیجا اور لکھا کہ سکندر جیسے فاتح عالم کے نام سے کوئی ناواقف نہین رہ سکتا
کسی سمجھدار فرمانروا نے ہم سے سرتابی کرنے کی جرأت نہین کی اور جس نے
سرکشی کی وہ یا تو ذلیل وخوار ہوا یا تلوار کے گھاٹ اترا ہم تمہاری سرزمین
کی سیر کرنی چاہتے ہین۔ جنگ نہین کرنا چاہتے البس تم لوگون کو چاہئے کہ ہماری
اطاعت قبول کر کے حاضر ہو جاؤ اور شہر مین آنے سے ہمین نہ روکا جائے -

ہردم والیون نے سکندر کو جواب دیا، ہم سکندر سے ناواقف نہین
ہین لیکن بادشاہ سکندر کو بھی معلوم رہے کہ شہر ہردم ان شہرون مین سے نہین ہے
جنھون نے دب کر بادشاہ کے آگے سر اطاعت خم کردیا اگر سکندر بارادہ جنگ
ہردم کا رخ کریگا تو اوس کو دنیا مین ہتیارون اور گھوڑون اور جنگجو دلیرون
کے سوا کوئی دوسری چیز نظر نہ آئیگی - اس کو عورتون سے قتال کرنا پڑیگا اور
آخر وہ پسپا ہو کر اپنی ساری کشور کشائی کی شہرت و ناموری کو داغ لگا بیٹھے گا
وہ اس آواز کے سوا کوئی دوسری آواز نہ سنیگا کہ سکندر نے عورتون سے
جنگ کی اور شکست کھائی -

ہمارے شہر مین اتنے کوچے ہین کہ ان کو کوئی مہندس شمار نہین کر سکتا - ہر کوچہ
مین دس ہزار جنگ آور عورتین ہین - کوئی عورت شوہر نہین رکھتی، ہم سب

دو شیزہ عورتین ہین۔ سکندر جس طرف سے ہروم کا قصد کرےگا، دریا ہی دریا دیکھےگا خشکی کا راستہ سوائے ہروم والون کے کوئی نہین جانتا ہم عورتون مین سے جس کو شوہر کی خواہش ہوتی ہے، وہ ہم سے جدا ہوکر دریا پار جاتی ہے اور پھر شہر ہروم کا منہ نہین دیکھتی ہے۔ پھر اس نئے مقام پر جاکر یہہ عورت حاملہ ہوتی ہے۔ اگر اس کے پیٹ سے بالکل لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہین رہ جاتی ہے۔ اگر لڑکا پیدا ہوتا ہے تو وہ بھی وہین رہتا ہے اور ماں باپ کے سایہ مین پرورش پاتا ہے۔ اور اگر ہم جیسی صنعت پیدا ہوئی جس کے سینہ کے دو پہلو دو طرح کے ہون تو وہ شہر ہروم مین ہمارے پاس لائی جاتی ہے۔

ہر رات کو ہم مین سے دس ہزار مسلح عورتین دریا کی حفاظت کرتی ہین ہم مین سے جو عورت جنگ مین ایک مشہور جنگی مرد کو شکست دیتی اور گھوڑے سے اوٹھا کر پٹک مارتی ہے ہم سب اس کے سر پر زرین تاج رکھکر اس کو اپنا بادشاہ تسلیم کرتے ہین تو اے نامور سکندر! تو مرد بزرگ اور بادشاہ نامور ہے، ہروم مین آکر اپنے کو ہمیشہ کے لیئے تباہ نہ کر ہان اگر ہمارے شہر کی سیر و سیاحت منظور ہو تو ہم حاضر ہین اور بادشاہ کو ہاتھون ہاتھہ لین گے۔

یہہ جواب لکھہ جانے کے بعد والی ہروم نے اپنی عورتون مین سے ایک عورت فصیح و بلیغ منتخب کی اور اوسکے ساتھہ دس بہادر عورتون کو کرکے سکندر کی طرف روانہ کیا۔

سکندر کو تو خود جنگ منظور نہین تھی، اس نے جواب پسندیدہ دیا، ہروم والیون نے استقبال کرکے ہاتھون ہاتھہ اس کو مہمان کیا۔ کچھہ دنون سیر و سیاحت اور دعوت و مدارات مین صرف کیئے اس کے بعد سکندر، شہر ہروم سے مغرب کی طرف چلا تو اس کا گذر ایسے لوگون پر ہوا جن کے منہ سرخ اور جسم پر بالکل زرد بال تھے۔ یہہ لوگ مطیع ہوکر بادشاہ کے پاس چلے آئے۔ بادشاہ نے پوچھا بھلا ان اطراف مین کوئی عجیب و غریب امر تم سے کسی نے دیکھا یا سنا ہے

ایک بوڑھے مرد نے جواب دیا کہ ہمین تو کچھ معلوم نہین مگر اپنے اگلون سے سنا ہے کہ اس سرزمین کے اور دور فاصلہ پر جا کر اندھیرا ملک ہے جہان کسی نے دن ہوتے نہین دیکھا' ہمیشہ رات ہی رہتی ہے' اس تاریک سرزمین پر کہین ایک چشمہ ہے جسکو چشمہ آبحیات کہتے ہین' اس پانی مین یہ تاثیر ہے کہ پی لینے کے بعد حیوان کبھی مرتا نہین بلکہ حیات جاودانی پا جاتا ہے - مگر تاریکی کیوجہ سے کوئی اس چشمہ تک پہنچ نہین سکتا -

ایسا فرحت افزا سنکر سکندر کے طامع منہ مین پانی بھر آیا' رفیقون سے پوچھنے لگا کہ پھر اس چشمہ تک پہونچنے کی کونسی تدبیر ہے؟ اور لوگ کسی نے جواب دینے کی ہمت نہین - مگر انہین اہل شوری مین ایک روشندل حضرت خضر علیہ السلام بھی تشریف فرماتے - انہون نے فرمایا کہ چشمہ حیوان تک پہونچنے مین صرف ایک تاریکی ہی مانع و حارج ہے تو میرے پاس دو مہرے ہین جو اندھیرے مین چراغ سے بڑھ کر روشن رہتے ہین - ایک آپ لیجیے' ایک مین اپنے پاس رکھون اور دونون تاریکی کو طے کرتے ہوئے لشکر سمیت چلے چلین - البتہ میرے کہے کے خلاف نہ کیجیئے گا ورنہ راہ گم ہو جائیگی غرض اسطرح سے حضرت خضر علیہ السلام سکندر اور اسکے سپاہ کے پیشرو بنے اور سب کو ساتھ لیتے ہوئے آبحیات کے کھوج مین چل نکلے -

آبحیوان کی طرف قدم رکھتے ہی دشت سے اللہ اکبر کی پرجوش آواز سنائی دی جس سے سکندر اور اسکی لشکریون کے دل لرز گئے - غرض دو دن دو رات برابر سب لوگ قدم مارتے چلے گئے - تیسرے دن تاریکی مین داخل ہوگئے - دونون اندھیرے مین چلتے رہے - سکندر کا قہار لشکر ظلمات کا رستہ اور روشنی کے لئے صرف دو شمعین' وہ کافی نہ ہو سکین اور سکندر مع اپنے لشکر کے راہ بھول کر دوسری طرف جا پڑا -

حضرت خضر تلاش کرتے کھوج لگاتے ہوئے چشمہ آبحیات تک جا ہی پہونچے

چشمہ کے کنارہ بیٹھکر اس پانی سے وضو کیا، نماز پڑہی، اور پانی پیکر واپس ہوگئے
اُدہر سکندر راہ بول دوسری طرف جانکلا، جاتے جاتے ایک طرف سے
آواز سنائی دی کہ اس راہ مین پتہر بہت ہین جو لوگ ان پتہرون کو اٹھائینگے
پشیمان ہون گے اور جو نہ اوٹھائینگے وہ اٹھانے والون سے بہی زیادہ پریشان ہونگے
اس آواز غیبی سے لشکریان سکندر مین ہلچل پڑگئی آخر کچھہ لوگون نے تو پتہرون
کو ہاتھہ ہی نہین لگایا اور بہتون نے تہوڑا بہت لے لیا۔
جب روشنی مین پہونچے تو وہ پتہر جواہرات اور یاقوت و زبرجد ثابت ہوئے
جنہون نے پتہر اٹھائے تھے وہ تو یہ افسوس کرنے لگے کہ ہائے زیادہ کیون
نہ لے لیئے۔ اور جنہون نے اٹھایا ہی نہین ان کی پریشانی کا تو پوچھنا ہی نہین
روشنی مین یہہ لشکر ایک اجاڑ جیسے ملک مین پہونچا، بوق و کوس کی آواز
سنکر شہر والے ہرطرف سے دوڑ پڑے، سکندر نے ان سب لوگونکو پریشان
حال دیکھکر کیفیت پوچھی، وہ لوگ رو رو کر عرض کرنے لگے کہ ہمارے ملک
کے اس طرف ایک ٹوڈی قوم یاجوج ماجوج رہتی ہے۔ جن کے منہ اونٹ
کے سے ہین۔ زبان سیاہ۔ آنکھین سرخ۔ دانت بہیڑیون کے سے بڑے
بڑے۔ جسم پر چھٹے بڑے لمبے لمبے بال۔ ہاتھی کے سے کان کہ سونے کے وقت
ایک کان بچھاتے ہین دوسرا اوڑہتے ہین۔ یہہ لوگ سال مین ہمیشہ دو تین
بار ہمارے ملک مین تاخت و تاراج کرنے آتے ہین، لوٹ مار اور قتل و غارت
کرکے چلے جاتے ہین۔
سکندر نے ان لوگون سے سیسہ، لوہا، پتھر اور لکڑی وغیرہ مہیا کرائی اور
ان فریادیون اور یاجوج ماجوج کے درمیان ایک لمبی چوڑی دیوار نہایت
مضبوط کھڑی کردی جس سے یاجوج ماجوج کا اسطرف آنا بند ہوگیا۔ کہتے ہین کہ
یہہ دیوار پانچ سو گز لمبی اور سو گز چوڑی تھی اور اسی کا نام سدِ سکندری ہوا
فریادیون نے انجام کار کے بعد مارے خوشی کے بادشاہ کو بہت کچھہ نذر دے

تحفہ دنیا چاہا مگر اوس نے قبول نہ کیا اور آگے کو روانہ ہوا دشت و بیابان اور خشکی و تری طے کرتا ہوا ایک لاجوردی پہاڑ پر گذرا، جو بلندی مین سر بہ فلک کشیدہ تہا۔ سکندر پہاڑ پر چڑہا تو اس کے اوپر یاقوت زرد کا ایک مکان دیکھا تہا۔ تمام گہر بلوری قندیلون سے روشن تہا۔ مکان کے بیچ مین آب شور کا چشمہ تہا چشمہ کے اوپر ایک لعل شب چراغ گہر کو جگمگا رہا تہا۔ چشمہ کے بیچ مین دو تخت بچہے ہوے جن مین ایک پر کوئی مرد شور بخت جس کا جسم آدمی کا سا اور دانت بہیڑیے کے سے تہے، مردہ کی طرح دراز تہا سونے والے کے نیچے کافور کا بستر اور اوپر سے دیبا کی چادر اڑہائی ہوئی۔

سکندر انہین عجائبات کے دیکہنے مین محو و متحیر ہو رہا تہا کہ یکایک جیسے کوئی چشمہ کے اندر سے پکار کر کہنے لگا کہ بندہ حرص و آز! تو نے دنیا کے وہ عجائبات مشاہدہ کیے جہان تک کسی بادشاہ کا طائر وہم بہی نہ پہونچا تہا، اب تیری زندگی کی بہار بہت کم رہ گئی ہے کچہہ عاقبت کی فکر کر۔

سکندر خوف زدہ ہو کر فوراً پہاڑ سے نیچے اُترا طے منازل کرتا چین پر دہاوا بولتا ہوا بابل پہونچا، شہر بابل مین اُس کو بادشاہ کیخسرو کا خزینہ ہاتہہ لگا اور اتنی سیر و سیاحت اور کشور کشائی کے بعد اس با اقبال فاتح نے سکندریہ پہونچکر عالم دنیا کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہا۔

خضر و سکندر کا یہ قصہ جو ہم نے بالاختصار لکہا ہے اکثر کتابون مین مفصلاً مذکور ہے۔ مگر ہم اس کی صحت کے ذمہ دار نہین ہین۔ اکثر لوگ اس سکندر کو ذو القرنین بتلاتے ہین۔ لیکن ہمارے پاس اسکی کوئی سند نہین ہے۔

البتہ قرآن مجید مین ایک ذو القرنین کا قصہ مذکور ہے مگر وہان خضر کا کچہہ مذکور نہین ہے چنانچہ سورۃ الکہف مین فرمایا گیا ہے۔

يَسْئَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۖ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا | اے محمد لوگ تم سے ذو القرنین کا حال دریافت کرتے ہین تو کہو کہ مین تم کو اس کا تہوڑا سا تذکرہ

إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ
وَآتَيْنَاهُ مِن كُلِّ
شَيْءٍ سَبَبًا فَأَتْبَعَ
سَبَبًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ
مَغْرِبَ الشَّمْسِ
وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي
عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ
عِندَهَا قَوْمًا قُلْنَا
يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا
أَن تُعَذِّبَ وَإِمَّا
أَن تَتَّخِذَ فِيهِمْ
حُسْنًا قَالَ أَمَّا مَن
ظَلَمَ فَسَوْفَ
نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ
إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ
عَذَابًا نُّكْرًا
وَأَمَّا مَنْ آمَنَ
وَعَمِلَ صَالِحًا
فَلَهُ جَزَاءً الْحُسْنَىٰ
وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ
أَمْرِنَا يُسْرًا
ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا حَتَّىٰ
إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ

پڑھ کر سناتا ہون - اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہم نے اسکو روئے زمین پر بڑی قدرت دی تھی اور ہم نے اسکو ہر طرح کے ساز وسامان دیے رکھے تھے چنانچہ وہ ایک سامان کے پیچھے پڑا یعنے سفر مغرب کی تیاری کرنے لگا یہانتک کہ جب آفتاب کے غروب ہونے کے مقام پر پہونچا تو اوسکو آفتاب ایسا دکھائی دیا کہ جیسے وہ کالے کیچڑ کے کنڈ مین ڈوب رہا ہے اور دیکھا کہ اس کنڈ کے قریب ایک قوم آباد ہے ہم نے فرمایا کہ اے ذوالقرنین تم بادشاہ ہو اور دونون اختیار رکھتے ہو چاہو ان لوگون کو عذاب دو یا ان کے بارہ مین حسن سلوک کا شیوہ اختیار کرو - ذوالقرنین نے کہا کہ جو ان مین سے سرکشی کریگا اوس کو تو ہم سزا دینگے پھر قیامت کے دن وہ اپنے پروردگار کے حضور مین لوٹا کر لایا جائیگا اور وہ ہماری سزا کے علاوہ اس کو اور سخت عذاب دے گا اور جو ایمان لائیگا اور نیک عمل کریگا تو ویسا ہی بدلہ مین اوس کو بھلائی ملیگی اور ہم بھی اپنے کامون مین اسکو آسان آسان کام کرنے کو دینگے پھر ذوالقرنین ایک اور سامان کے پیچھے پڑا یہانتک کہ جب چلتے چلتے آفتاب کے نکلنے کی جگہ پہونچا تو اس

الشمس وجدها
تطلع علی قوم
لم نجعل لهم من
دونها سترا کذلك
وقد احطنا بما لدیه
خبرا ثم اتبع سببا
حتی اذا بلغ بین
السدین وجد
من دونهما قوما
لا یکادون یفقهون
قولا قالوا یا ذا القرنین
ان یاجوج وماجوج
مفسدون فی الارض
فهل نجعل لك
خرجا علی ان تجعل
بیننا وبینهم سدا
قال ما مکنی فیه
ربی خیر فاعینونی
بقوة اجعل بینکم
وبینهم ردما
اتونی زبر الحدید
حتی اذا ساوی بین
الصدفین قال

کو معلوم ہوا کہ آفتاب کچھہ لوگون پر طلوع کرتا ہی
جن کے لیے ہم نے آفتاب کے ادہر کوئی آڑ نہین
رکہا اور واقع مین بہی ایسا ہی تہا یعنے وہ لوگ
وحشی تہے گہر بنانے کا سلیقہ نہین رکہتے تہے دہوپ
سے بچنے کے لیے ان کے پاس کوئی پناہ نہین تہی
پہر ذوالقرنین اور ایک سامان پیچہے پڑا یہان
تک کہ جب ایک پہاڑی کی گہاٹی کے دو کنارون
کے بیچ مین پہونچا تو دیکہا کہ دو کنارون کے
ادہر ایک قوم آباد ہے اور وہ ایسے
وحشی ہین کہ بات سمجہنے کے پاس تک نہین پہٹکتے
ان لوگون نے اپنی بولی مین عرض کیا کہ اے
ذوالقرنین! اس گہاٹی کے ادہر یاجوج ماجوج
کی قوم آباد ہے اور وہ لوگ ہمارے ملک
مین آکر فساد کرتے ہین - آپ کی مرضی ہو تو ہم
آپ کے لیے چندہ جمع کر دین بشرطیکہ آپ ہمارے
اور ان کے درمیان کوئی روک بنا دین -
ذوالقرنین نے کہا کہ وہ مال جس مین میرے پروردگار
نے مجھکو پورا اختیار دے رکہا ہے کافی ہے چندہ
کی تو ضرورت نہین - مگر ہان تم کو ایسی ہی مدد کرنی
ہے تو ہاتھہ پاؤن کے زور سے میری مدد کرو مین
تم لوگون مین اور ان لوگون مین ایک دیوار کہینچ
دونگا - کہین سے لوہے کی سلین ہم کو لا دو چنانچہ
وہ لوگ سلین لاتے اور ضروری کارروائی ہوتی

انْقُضُوا حَتّٰی اِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِیْ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهُ نَقْبًا قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهُ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا

رہی یہانتک کہ جب ذوالقرنین نے دونون کنگارون کے بیچ کی کشادگی کو پاٹ کر برابر کر دیا تو حکم دیا کہ اب اس کو دھونکو یہان تک کہ جب دیوار کو لال انگار کر دیا تو کہا کہ اب ہم کو تانبا لادو کہ اس کو پگھلا کر اس دیوار پر انڈیل دین۔ غرض اس تدبیر سے ایسی اونچی اور مضبوط دیوار تیار ہوگئی کہ یاجوج ماجوج نہ تو اوسپر چڑھ سکتے تھے نہ اوس مین سوراخ کر سکتے تھے ذوالقرنین نے اس اپنی دیوار کو دیکھکر کہا کہ یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے لیکن جب میرے پروردگار کا وعدہ آموجود ہوگا تو اس دیوار کو ڈہاکر برابر کر دیگا اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے۔

تحقیقات

قرآن مجید مین ذوالقرنین کا قصہ اسی قدر مذکور ہوا ہے۔ تاریخون اور قصون مین جو اور باتین مستزاد ہین وہ کچھ معتمد علیہ نہین ہین اور چونکہ ہم کو اسوقت خاص ذوالقرنین کے قصہ کا لکھنا مدنظر نہین ہے اس لئے اس کو نظر انداز کیا گیا البتہ اس قصہ مین جو قرآن مجید سے نقل کیا گیا ہے، بہت سی باتین تصریح طلب ہین بہت سی باتین ایسی ہین جن کو فلسفی طبیعت والے بے تاویل باور نہین کرتے، یہان ان تمام امور سے بحث کیجاتی ہے۔

پہلی بحث

ذوالقرنین کا نام و نسب

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ذوالقرنین کا نام مرزبان بن مرزبہ یونانی ہے

وہ یونان بن تارح بن یافث بن نوح کی اولاد سے تہا۔ امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں ابوریحان سروری منجم سے نقل کرکے لکہا ہے کہ ذوالقرنین قبیلۂ حمیر سے تہا۔ اس کا نام ابوکرب شمس بن عمیر بن آفریقس حمیری ہے اور اوراسی نام کو ابوریحان نے قرین قیاس بتایا ہے کیونکہ یمن میں اکثر اسی طرح کے نام رکہنے کا دستور تہا مثلاً ذی المنار ذی نواس ذوالنون وغیرہ

ایک ضعیف روایت حضرت عبداللہ بن العباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس مین ذوالقرنین کا نام عبداللہ بن ضحاک بتایا گیا ہے۔

امام ثعلبی نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا ہے کہ ذوالقرنین کا نام اسکندر ہے۔ اسکی ماں ایک بوڑہی عورت تہی جس کے سوائے سکندر کے اور کوئی اولاد نہین تہی۔ یہہ سکندر شہر اسکندریہ کا باشندہ تہا۔ عام درجہ کے لوگوں میں اسکا شمار تہا۔ سن رشتہ کو پہونچکر اس نے علم وفضل کے جوہر سے اپنے کو آراستہ کیا۔ حلم و مروت عفت وعدل اور اخلاق حمیدہ نے ہر دلعزیز بناکر ناموری کے اس بلند زینہ پر پہونچایا کہ آجتک مشہور عالم ہے۔

دوسری بحث

ذوالقرنین کی وجہہ تسمیہ

یہہ تحقیق نہین کہ ذوالقرنین کے لقب پڑنے کی وجہہ کیا ہے؟ تاہم علمائے مورخین نے قیاس وقرینہ سے سات مختلف وجوہ بیان کئے ہین۔

(۱) بعض نے بتایا کہ اس کے سر پر دو چوٹیاں تہین اور قرن بمعنی چوٹی ہے

(۲) بعض نے یہہ سبب لکہا کہ قرنین سے دو ملک مراد ہین روم اور فارس چونکہ سکندر ان دونوں ملکوں کا بادشاہ تہا اس لئے ذوالقرنین کے لقب سے ممتاز ہوا۔ مگر اس توجیہہ مین دو امر مجہول ہین۔ ایک تو قرن کا ملک کے معنی مین ہونا۔ دوسرے توجیہہ اسوقت پوری ہوسکتی ہے جب ذوالقرنین، سکندر رومی کا لقب تسلیم کیا جائے حالانکہ یہہ امر نہ صرف مشتبہ بلکہ غیر ثابت ہے۔

(۳) بعض نے لکہا ہے کہ ممکن ہے اس کے سر پر سینگہ کے مشابہ دو قرن اودہر اودہر قدرۃً نمایان ہو گئے ہین جیسا کہ ضحاک تازی کے باب ہین عند المورخین مشہور رہے۔

(۴) بعض نے لکہا ہے کہ اسکے تاج مین دو سینگین بنی تہین اس لئے ذوالقرنین نام پڑہ گیا۔

(۵) بعض نے قرنین سے مان باپ کو مراد لیا تو ذوالقرنین بہی نجیب الطرفین ہوا

(۶) بعضون نے لکہا ہے کہ ذوالقرنین شجاعت کے باعث لقب پڑا جیسا کہ محاورہ عرب مین پایا جاتا ہے۔ یہہ رائے قاضی بیضاوی کی ہے۔

(۷) ایک ضعیف حدیث مین روایت کیگئی ہے کہ سکندر کا لقب ذوالقرنین اس لئے پڑا کہ وہ دونون قرن عالم (مشرق و مغرب) کی سیر کر آیا تہا اور ہر طرف اسکی سلطنت پہیلی ہوئی تہی۔ یہ سبب قرین قیاس ہے۔ قرآن مجید سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ دنیا کے دونون قرن یا طرف سے اقصاے مشرق و مغرب مراد ہے ورنہ دنیا کرہ ہے اسکے دو سرے نہین ہو سکتے

ہمارے زمانہ کے بعض ابناء وقت نے یہ انوکہی بات اختراع کی کہ ذوالقرنین جسکا ذکر قرآن مجید مین ہے چین کا بادشاہ تہا۔ چوبیس سال اس نے سلطنت کی جن مین بارہ برس ملک کے نظم و نسق مین گذرے اور بارہ برس امن و داد کے ساتہہ داد فرمانروائی دیتا رہا اس بنا پر قرن کا اطلاق بارہ سال پر ہوگا۔

اس توجیہہ کا صحیح ہونا خلاف نہین ممکن ہے لیکن قرآن مجید مین جس ذوالقرنین کا ذکر ہے وہ ہرگز چین کا بادشاہ نہین ہے۔ اس لئے کہ قرآن کے الفاظ یَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ سے صاف ظاہر ہے کہ اس زمانہ کے کفار عرب ذوالقرنین کے حال سے واقف تہے اور اس لئے انہون نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کا امتحان لینے کی غرض سے ذوالقرنین کی بابتہ سوال کیا۔

چین کی تاریخ سے اہل عرب بالکل ناواقف و نابلد تھے۔ خصوصاً سکندر بادشاہ چین بالکل غیر معروف اور گمنامی کی حالت میں تھا۔ اہل عرب تو اس سے واقف ہی نہیں تھے اس کے بارہ میں سوال کیا کرتے؟ ہاں بجائے سکندر بادشاہ چین کے سکندر بن فیلقوس رومی کو بتایا ہوتا تو ایک حد تک قرین قیاس تھا کیونکہ اہل عرب بادشاہ روم سے مانوس تھے۔ روم میں ان کی آمد و رفت تھی۔ گذشتہ سلاطین روم کے قصے انکی زبانوں پر تھے۔ قرآن مجید میں صرف ذوالقرنین کا لفظ کہا گیا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ نام چاہے جو کچھ رہا ہو مگر وہ مشہور ذوالقرنین ہی تھا کیونکہ ہر شخص اپنے عرف ہی سے پکارا جاتا ہے۔ بادشاہ چین کا نام یا لقب ذوالقرنین نہیں ہو سکتا کیونکہ ذوالقرنین عربی لفظ ہے اگر یہ کہا جائے کہ ذوالقرنین چینی زبان کا ترجمہ ہے تو یہ محض ایک من گھڑت قیاس ہے تاریخ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔

تیسری بحث

کیا ذوالقرنین نبی تھے؟

ذوالقرنین کی نبوت میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نبوت کے قائل ہیں بعض کو اس سے انکار ہے مگر اس کے بندۂ صالح ہونے میں سب متفق ہیں۔ عجیب تر یہ کہ بعض اہل جنت نے ذوالقرنین کو فرشتہ گمان کیا ہے۔ شاید کہ فرشتہ سے فرشتہ خصلت مراد ہو۔ جو لوگ ذوالقرنین کی نبوت کے قائل ہیں وہ قرآن مجید سے یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ کے الفاظ سے مخاطب کیا ہے اور جس سے خدا مخاطب ہو کر کلام کرے وہ نبی ہے پس ذوالقرنین نبی ہے۔

بالکل بے ٹھکانے بات ہے۔ آیۂ مذکورہ سے ذوالقرنین کا نبی ہونا ثابت نہیں ہوتا یہ کلیہ ہی باطل ہے کہ خدا نبی ہی سے تخاطب کرتا ہے کیونکہ نبی کی یہ تعریف نہیں ہے

ممکن ہے کہ اس مضمون کا الہام ہوا ہو، اور صاحب الہام بنی ہونا ضرور نہین ہے۔ ولی عارف باللہ کو بھی الہام ہوتا ہے۔ پھر بھی محقق نہین کہ آیا ذوالقرنین سے اللہ تعالی کا خطاب ویسا ہی تھا جس طرح انبیائے علیہم السلام سے ہوتا تھا یا بیان زبان حال ہے۔

میرے نزدیک قُلْنَا یَا ذَا الْقَرْنَیْنِ سے یہی مطلب ہے کہ ہم نے ذوالقرنین کو ایسا سمجھا دیا جس طرح شہد کی مکھی کے بارہ مین فرمایا۔ وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ۔

بعض لوگون نے قائلین نبوت کی دلیل کو اس طرح رد کیا ہے کہ اگر خدا کا مخاطب ہی دلیل نبوت مخاطب ہے تو پھر بندرون کا بنی ہونا بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید مین اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِیْنَ (ترجمہ) ہم نے ان لوگون سے کہا کہ تم سب پھٹکارے ہوئے بندر ہو جاؤ

جواب یہ عجیب طرح کی واہیات دلیل ہے۔ اس آیات مین اللہ تعالی بندرون سے مخاطب نہین ہے بلکہ ان سرکش آدمیون سے خطاب کرتا ہی جو بعد کو بندرون کی صورت مین مسخ کر دے گئے۔ اور جب یہ صورت ہے تو بندرون کا بنی ہونا کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

الفاظ "یا ذوالقرنین" سے تو بلاشبہ نبوت ذوالقرنین کا استدلال صحیح نہین ہے لیکن آیت "قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِیْنَ" سے جو تردید کی گئی ہے وہ اس سے بھی زیادہ بخیف اور بھدی دلیل ہے۔

اولاً۔ تو آیت كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِیْنَ کوئی خطاب نہین ہے جس سے خدا کا مخاطب سمجھا جائے بخلاف اسکے "قُلْنَا یَا ذَا الْقَرْنَیْنِ مین خطاب ہے عزت واحترام کا مخاطب ہے درحالیکہ "قِرَدَةً خَاسِئِیْنَ" مین مخاطبین کی تحقیر و تذلیل ہے

دوسرے یہ کہ ذوالقرنین کا مرد صالح اور مقبول الہی ہونا آیات قرآنی سے

صاف ظاہر ہے اسپر نبی ہونیکا اشتباہ ہوسکتا ہے - یہہ گروہ جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انہین مسخ ہوجانے کیلئے فرمایا، باغی وسرکش تہا یہ ظاہر ہے کہ سرکش ومتمرد مین نبوت کی صلاحیت نہین ہوسکتی نبی ہونیکا گمان انہین افراد مین صحیح ہوگا جن مین اس منصب کے قبول کرنیکی صلاحیت ہو محض مخاطب ہوجانے سے کوئی عزو نبی نہین ٹہیر جاتا - قرآن مجید مین اللہ تعالےٰ نے زمین وآسمان کو بہی مخاطب کیا ہے - (یَا اَرْضُ ابْلَعِی مَاءَكِ وَیَا سَمَاءُ اَقْلِعِی) حالانکہ زمین وآسمان کا نبی ہونا محال عقلی ہے -

غرض ذوالقرنین کی نبوت کی تردید جس طرحپر کیگئی ہے وہ دلیل محض غلط ہے اگرچہ نفس دعوےٰ ٹہیک ہے -

چوتہی بحث

ذوالقرنین کا زمانہ

یہہ امر بہی مختلف فیہ ہے کہ ذوالقرنین تہا کس زمانہ مین ؟ بعض علماء مفسرین نے لکہا ہے کہ ذوالقرنین ثمود کا ہمعصر تہا - اسکی عمر ایک ہزار چہہ سو برس کی تہی مگر یہ روایت معتبر نہین ہے علامہ وہب سے منقول ہے کہ ذوالقرنین حضرت عیسےٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیانی زمانہ فطرت مین تہا - حضرت عطا نے کتاب القری مین ابالمم ارزقی سے روایت کی ہے کہ جس زمانہ مین حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام مکہ معظمہ مین بیت اللہ تعمیر کر رہے تہے ذوالقرنین مکہ مین آیا - ذوالقرنین کے ساتہیون مین سے کسی شخص کو حضرت ابراہیم نے طوائف کرتے دیکہا آپ نے پوچہا تو کون ہے ؟ اس نے کہا مین ذوالقرنین کے ساتہیون مین سے ہون - آپ نے پوچہا ذوالقرنین کہان ہے ؟ اس نے بتایا فلان مقام پر جب حضرت ابراہیم اور ذوالقرنین سے ملاقات ہوئی - ذوالقرنین جناب ابراہیم کے ساتہہ حج کرنے چلا - رفقاء نے پیدل دیکہکر پوچہا آپ سوار کیون نہین

ہوسکتے ؟ ذوالقرنین نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے جواب دیا کہ بھلا یہ پیدل چلیں اور میں سوار ہو کر۔

پانچوین بحث
ذوالقرنین کی بادشاہت

امام فخرالدین رازی نے لکھا ہے کہ جس ذوالقرنین کا ذکر قرآن مجید مین ہے وہ سکندر بن فیلقوس روم وایران کا بادشاہ تہا اور حکیم ارسطاطالیس اس کا وزیر تہا۔

امام محمد عبدالکریم شہرستانی نے کتاب الملل والنحل مین لکھا ہے کہ ابن فیلقوس بادشاہ دارا کی بادشاہت کے تیرہ ۱۳ برس کے بعد پیدا ہوا۔ بالغ ہوئے پر اس کے باپ نے حکیم ارسطاطالیس کے سپرد کر دیا جو اسوقت اثینیاتش نامی ایک شہر مین رہتا تہا۔ حکیم نے پانچ برس تک سکندر کو حکمت و فلسفہ کی تعلیم دی یہان تک کہ عقل اور شاگردون کے سکندر کا شمار بہی اس عہد کے فلاسفہ مین ہونیلگا

اس کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہین کہ اگر یہی وہ ذوالقرنین ہے۔ جس کا ذکر قرآن مین کیا گیا ہے تو لازم آتا ہے کہ سکندر اور ارسطو کا مذہب صحیح و برحق ہو حالانکہ یہ بالاتفاق غلط ہے۔

صاحب مختصر جامع کا بیان ہے کہ ذوالقرنین دو گذرے ہین پہلا ذوالقرنین اکبر جس کا ذکر قرآن مجید مین ہے۔ وہ سام بن نوح کی اولاد سے تہا حضرت ابراہیم کا ہمعصر تہا آپ سے ملاقات کی۔ بلاد عالم کی سیر و سیاحت کی حضرت خضر اسکے خالہ زاد بہائی تہے اسکے لشکر کے مبشر و تہے۔ اسی ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کی روک کے واسطے سد سکندری تعمیر کی۔ شہر اسکندریہ کو آباد کیا

دوسرا ذوالقرنین اصغر ہے۔ اس کا نام سکندر بن فیلقوس یونانی ہے۔ یہ فیلقوس یونانی مقدونیہ کا بادشاہ تہا۔ جس نے دارا سے جنگ کے بعد صلح کی اور ہر سال خراج مین سونے کا انڈا بہیجا کرتا تہا

جب فیلقوس مرگیا، اس کا بیٹا سکندر بجائے باپ کے تخت سلطنت پر متمکن ہوا کل بلاد روم پر قبضہ کرلیا اور جب دیکھا کہ دارا سے اسکی قوت کسی طرح کم نہین ہے، خراج دینے سے انکار کر دیا۔ آخر دونون مین جنگ ہوئی۔ سکندر کو فتح ہوئی دارا شکست کھا کر قتل ہو گیا۔ سکندر نے اس کے مال وملک پر قابض ہو کر اسکی بیٹی سے نکاح کیا اور روم وفارس دونون ملکون پر بادشاہت کرنے سے ذوالقرنین لقب ہوا جب سکندر کے مرنے کے دن قریب آگئے اس نے اپنے بیٹے اسکندروس کو ولیعہد کیا۔ لیکن اسکندروس کی طبیعت فقر وعبادت کے طرف مائل تھی۔ اس بادشاہت پر لات مار کر گوشہ نشینی اختیار کی اس لئے وفات سکندر کے بعد ایک شخص بطلیموس ابن مرغوس کو بادشاہ یونان بنایا گیا۔

بطلیموس نے اڑتیس ۳۸ سال عدل وداد کے ساتھ فرمانروائی کی۔

بطلیموس کے بعد بطلیموس دمیانوس بادشاہ ہوا۔ اس نے چالیس سال حکومت کی دمیانوس کے بعد بطلیموس اودایماطس فرمانروائی یونان ہوا اور چوبیس ۲۴ سال بادشاہت کرتا رہا اودایماطس کے بعد بطلیموس فیلاقطر بادشاہ ہوا اور اس نے اکیس برس سلطنت کی فیلاقطر کے بعد بطلیموس افیغالس نے بائیس برس سلطنت کی۔

افیغالس کے بعد بطلیموس اودایماطس ثانی آیا اور اس نے ستائیس ۲۷ برس سلطنت کی اودایماطس ثانی کے بعد بطلیموس من بناطر تخت سلطنت پر بیٹھا اور اس نے سترہ ۱۷ برس باغ حکومت کی سیر کی۔

من بناطر کے بعد بطلیموس الاخشندر نے تاج فرمانروائی سر پر رکھا اور گیارہ برس حکومت کرتا رہا اخشندر کے بعد بطلیموس اخنعی نے قبائی سلطنت پہنی اور اس نے کل آٹھ ۸ برس حکومت کی اخنعی کے بعد قالوفطری ایک عورت نے تخت حکومت پر جلوس کیا۔ اس عورت کا شمار حکماء مین ہے اور اس نے

سترہ برس بڑی دہوم کی سلطنت کی ۔
سکندر بن فیلقوس کے بعد بادشاہان یونان کا لقب بطلیموس قرار پاگیا جس طرح بادشاہان روم کی قیصر اور والیان ایران کو کسرا کہتے ہین ۔
سکندر کے تین سو کئی برس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام عالم دنیا مین تشریف لائے
آثار سکندر ذوالقرنین کے آثار مین سے دیار مغرب ملک مصر کے قریب شہر اسکندریہ ہے، یہہ عجیب شہر جس کا شمار دنیا کے بلدان عظیمہ مین ہے سکندر ذوالقرنین کا آباد کیا ہوا ہے ۔ اس شہر مین ایک منار تہا جو چار ستونون پر قائم تہا۔ اس کا طول تین سو ہاتہہ تہا اگلے زمانہ مین اس منار پر ایک عظیم الشان آئینہ تہا جس کو ارسطاطالیس (شاگرد حکیم افلاطون) کے شاگرد حکیم بلنیاس نے بنایا تہا۔ اس مین کمال وغرابت یہہ تہی کہ اس آئینہ مین قسطنطنیہ اور بلاد روم و فرنگ تک کے حالات معلوم ہوجاتے تہے اسکندریہ والون کو شہر مین سر آنیوالی کی خبر آئینہ سے معلوم ہوجاتی تہی اور یہہ منار خلافت بنو امیہ مین تباہ ہوا۔
اسکندریہ کے سوا، شام مین دمشق۔ خراسان مین ہرات، ماورا النہر مین سمرقند، اور آذربائیجان مین بزدع یہہ کل شہر ذوالقرنین کے آباد کئے ہوئے ہین بعض مورخین نے لکہا ہے کہ سکندر نے بارہ یا سولہ شہر آباد کئے، ان سب کے مجموعہ کا نام اسکندریہ رکہا۔
جب ذوالقرنین کی وفات کا زمانہ قریب آپہونچا، اپنے ممالک مقبوضہ کو مختلف حکمرانون پر تقسیم کر دیا اور اس مصلحت سے کہ آپس مین فساد نہ ہو کسی ایک بادشاہ کو دوسرے کا مطیع و باجگذار نہین بنایا۔
وفات ایک موضع شہر زور مین دوشنبہ کے دن ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ذوالقرنین کا انتقال ہوا۔ اسکی لاش سونے کے تابوت مین رکہکر

اسکندریہ مین اس کی مان پاس لائی گئی - تہامہ یا اسکندریہ مین دفن کیا گیا
عمر سکندر ذوالقرنین نے تیرہ یا چودہ سال بادشاہت کی چہتیس یا
ساٹھہ برسکی عمر مین وفات پائی -

اب ہم کہتے ہین کہ

قرآن مجید مین جسقدر قصہ ذوالقرنین کا مذکور ہے اتنا تو یقینی اور متفق علیہ ہے باقی رہا یہہ امر کہ ذوالقرنین کا اصل نام کیا تہا؟ ذوالقرنین لقب کیون پڑا؟ وہ کہان کا بادشاہ تہا؟ کتنے دنون سلطنت کی؟ نبی تہا یا نہین؟ ان سب باتون کی تصریح قرآن نے ضروری نہین سمجہی -

قرآن مین جس ذوالقرنین کا مذکور ہے وہ نہ تو روم و یونان کا سکندر بن فیلقوس ہو سکتا نہ چین کا بادشاہ، اس لئے کہ یہہ دونون بادشاہ، کافر، ظالم اور غیر صالح تہے، حالانکہ قرآن مجید مین ذوالقرنین کو ایک مرد صالح اور عادل بادشاہ کہا گیا ہے -

دوسرے اسوجہہ سے کہ ان دونون سکندرون یا بادشاہان چین و روم مین سے کسی کا لقب ذوالقرنین نہین تہا اور نہ قرآن مین ذوالقرنین کا نام سکندر بتایا گیا ہے -

تیسرے اسوجہہ سے کہ قرآن نے فقط ذوالقرنین ہی کے کہہ دینے پر کفایت کیا جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ بادشاہ بہ سبب ذوالقرنین کے بہت مشہور ہو جانے کے نام سے مستغنی ہو گیا تہا بلکہ لوگ نام کو گویا بہول کر ذوالقرنین ہی کہنے لگ گئے تہے - ان دو مذکورہ بادشاہون مین یہ امر کہان ہے -

بلاشک قرآن و حدیث نے ہم کو نہین بتایا کہ وہ ذوالقرنین کون تہا؟ کہان کا بادشاہ تہا؟ کس زمانہ مین تہا؟ کیونکہ شریعت کے منصب سے یہ خارج بات تہی -

ہماری قطعی رائے تو یہ ہے کہ وہ ذوالقرنین نہ بادشاہ روم سکندر بن

فیلقوس نہ فرمانروائی چین تہا بلکہ ان دونون کے سوار اوران سے بہت پہلے کوئی اولوالعزم فاتح اور صاحب عدل وانصاف بادشاہ اور بندہ صالح گذرا ہے - اوراس کا زمانہ اتنا آگے ہے جہان تک تاریخ جاننے والونکی رسائی کسی طرح نہین ہوئی اوراس لئے اس بارہ مین ہر طرف سے سکوت ہی سکوت ہے -

چہٹوین بحث

مغرب الشمس، سے کیا مراد ہے ؟ اس لئے کہ آفتاب کے غروب ہونیکی جگہ تک نہ انسان کا پہونچنا کسی طرح ممکن ہے اور نہ آفتاب دراصل کسی مقام مین ڈوبتا ہے

مغرب الشمس سے یہ مراد نہین ہے کہ ذوالقرنین درحقیقت وہان تک جا پہونچا جہان آفتاب ڈوبتا ہے - کیونکہ آفتاب، فقط ہمکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہین ڈوب رہا ہے اصل مین وہ کسی گڑہے یا مقام مین غروب نہین ہوتا مطلب یہ ہے کہ اوسوقت پچہم کی طرف جہان تک رسائی ہوسکتی تہی وہان تک ذوالقرنین جا پہونچا -

ساتوین بحث

اس کے کیا معنی کہ آفتاب کیچڑ کے کنڈ مین ڈوبتا تہا - کیونکہ آفتاب یقیناً کسی کنڈ مین نہین ڈوبتا اور نہ یہ امر ممکن ہے -

ذوالقرنین سمندر کے کنارہ پر تہا اس لئے آفتاب اس کو پانی ڈوبتا نظر آیا اور سمندر کا پانی کالا فقط ہی آتا ہے - تو سورج کا کنڈ مین ڈوبنا، واقعہ کا بیان نہین ہے بلکہ ذوالقرنین کی روایت کی کیفیت کا بیان ہے جسطرح ہم لوگون کو شام کے وقت آفتاب درختون مین یا زمین مین یا پہاڑ کے نیچے ڈوبتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور ایسا ہی کہنے مین بہی آتا ہے کہ دیکہو وہ آفتاب درختون مین ڈوب رہا ہے یا پہاڑ کے نیچے جا رہا ہے اور اس لئے اللہ تعالے

نے فرمایا کہ سکندر کو ایسا معلوم ہوا کہ آفتاب کیچڑ کے کنڈ مین ڈوب رہا ہے یہ
نہین فرمایا کہ آفتاب پانی یا کیچڑ کے کنڈ مین ڈوبتا تہا۔

آٹہوین بحث

علی ہذا القیاس مطلع الشمس یعنی آفتاب کے طلوع ہونیکی جگہ سے یہہ مراد ہے کہ روئے زمین پر جہان پہلے پہل آفتاب طلوع ہوتا ہے یا جہان اول اول اُسکی روشنی پہونچتی ہے یا جہانتک اس طرف انسان کی پہونچ تہی وہان تک ذوالقرنین پہونچ گیا اور وہان ایک ایسی قوم دیکہی جن کے ملک مین پہاڑ اور درخت وغیرہ کچہہ نہین تہے جو ان کے اور آفتاب کے درمیان حائل ہوتے اور ان کو سورج کی حرارت سے ذرا پناہ ملتی یا یہہ کہ وہ لوگ حیوانون کی طرح بسر کرتے تہے۔

آفتاب کی شدت حرارت کے سبب سے یہہ لوگ دن بہر زمین کے اندر تہ خانون مین اور پانی مین رہتے تہے۔ آفتاب کے غروب ہوجانیکے بعد زمین کے اندر سے نکلکر کاروبار مین مصروف ہوتے تہے۔ دنیا مین اب بہی ایسے مقامات موجود ہین۔

نوین بحث

بین السدین یعنی پہاڑی کی گہاٹی کے دو لگاردون کے بیچ سے مراد وہ دونون پہاڑ ہین جن کے بیچ مین سد سکندری واقع ہے۔ غالباً یہہ آذربائیجان اور آرمینیہ کے دو پہاڑ ہونگے بعض مفسرین کا گمان ہے کہ یہ دو پہاڑ آخر شمال مین ہین جہان ارضی ترک منقطع ہوتی ہے۔ ان پہاڑون کے ادہر یاجوج ماجوج تہے۔ بعض مفسرین کا بیان ہے کہ سد ذوالقرنین بحر روم کے ادہر ہے بعضون نے نواح آرمینیہ بتایا ہے بعض بے اٹکل لوگون نے دیوار چین کو سد یاجوج ماجوج لکہا ہے مگر دیوار چین پر سد ذوالقرنین کا اطلاق اسوقت صحیح ہوگا جب ذوالقرنین کا بادشاہ چین ہونا ثابت ہو کہتے ہین

کہ سدّ ذو القرنین اونچائی میں قریب دو سو ہاتھہ کے - عرض میں پچاس ہاتھہ اور دونوں پہاڑون کے بیچ مین سو فرسخ کا فاصلہ ہے۔

کتاب ینابیع مین بعض روایات سے نقل کرکے لکہا ہے کہ سدّ یاجوج ماجوج طول مین سو فرسخ اور عرض مین پچاس فرسخ ہے - لباب التاویل مین لکہا ہے کہ یہ سدّ عرض مین پچاس ہاتھہ، بلندی مین سو ہاتھہ اور طول مین ایک فرسخ ہے -

ذوالقرنین نے سد بنائی اسکی کیفیت قرآن سے نقل کرکے لکہی جاچکی ہے -

مورخین اور مفسرین نے جو اسپر اور بہت کچہہ مستزاد کیا ہے وہ ہمارے نزدیک کچہہ بہت معتمد اور قابل لحاظ نہین ہے اور ہر بات مین کثرت سے اختلافات کا ہونا اور طبیعت کو ڈانوا ڈول کرتا ہے -

دسوین بحث

یاجوج ماجوج

تفسیر بیضاوی مین لکہا ہے کہ یاجوج ماجوج یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے دو قبیلہ تہے بعضون کا خیال ہے کہ ترکون کے دو وحشی گروہ تہے - علامہ سدی نے لکہا ہے کہ ترک خود یاجوج ماجوج مین سے ہین -

یہہ لوگ ایام ربیع مین تاخت و تاراج اور لوٹ مار کرنے کے لئے نکلتے تہے - زراعتون کو تباہ کردیتے تہے - اپنے گروہ اور اپنے ہم جنسون کے سوا جسکو پاتے مار کر کہا جاتے تہے - قتل و خونریزی ان کا پیشہ تہا - وحشت اور جہالت انکی سرشت تہی -

جب ذوالقرنین نے مظلومان یاجوج ماجوج کی فریاد و فغان سے متاثر ہوکر دو پہاڑون کے بیچ مین لوہے کی مضبوط دیوار کہنچدی جو پتہر اور سیسے وغیرہ سے مرکب تہی تو یاجوج ماجوج کا ادہر آنا بالکل بند ہوگیا - اس مردم خوار وحشی قوم نے ہمیشہ کیلئے اپنا آنا اور تاخت و تاراج کرنا مجبور و لاچار ہوکر ترک کردیا اور اسوجہہ سے وہ ترک مشہور ہوئے -

تفسیر مدارک میں لکھا کہ اس گروہ کے پست قد لوگ نہایت درجہ کو پست قد ہوتے تھے اور لمبے آدمی اعتدال سے زیادہ لمبے ہوتے تھے۔ کان ان کے زمین تک لٹکتے تھے سونے کے وقت ایک کان بچھاتے تھے دوسرا اوڑھتے تھے۔ ان کے جسم پر بہائم کے سے بال درندوں کے سے دانت بھیڑیوں کی سی آواز اور انسان کی سی صورت ہوتی تھی۔

ایسی صورت کا حیوان ہونا تو ممکن ہے مگر ان روایات کی صحت پر اعتماد کیونکر کیا جا سکتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

امام سخاوی رح نے تجرید میں روایت کی ہے کہ یاجوج ماجوج بائیس قبیلے تھے اکیس قبیلے کی روک کیواسطے ذوالقرنین نے سد تعمیر کی اور ایک قبیلہ جو اوسوقت کہیں لڑائی کے لیے گیا ہوا تھا، وہی ترک ہیں۔

ابن عدی نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ یاجوج ماجوج دو گروہ ہیں اور ہر ایک گروہ ایک ہزار چار سو نفوس کا ہے۔ ان میں کا ہر شخص جب تک اپنے نطفہ اور اپنے صلب سے ہزار اولاد بالغ نہیں دیکھ لیتا۔ نہیں مرتا۔ اس حدیث کو ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بھی روایت کیا ہے لیکن یہہ حدیث جیسا کہ ابن عدی نے خود ہی لکھا ہے موضوع و منکر باطل ہے۔ محمد بن اسحاق عکاشی کذاب نے اس حدیث کو وضع کیا ہے۔

اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ دنیا کا کونہ کونہ لوگوں نے پہان مارا خشکی و تری کے حصے ناپ ڈالے گئے، زمین کا چپہ چپہ جغرافیہ والوں نے معلوم کر لیا مگر نہ کہیں یاجوج ماجوج کا پتہ لگا نہ سد ذوالقرنین کا نشان ملا۔

جواب اس میں شبہ نہیں کہ علم جغرافیہ میں متاخرین نے ایک حد تک بڑی ترقی کی ہے مگر یہہ صحیح نہیں ہے کہ زمین کا چپہ چپہ معلوم کر لیا گیا۔ کرۂ زمین کا احاطہ کلی طور پر علماء جغرافیہ کو ہونا ممکن ہے مگر جزئیات سے ہرگز کوئی خبردار نہیں ہے امریکا کا اتنا بڑا براعظم کرۂ عالم پر موجود تھا مگر ہزاروں برس

تک علمار جغرافیہ اس سے ناواقف محض رہے تو اب اس بات پر کیا یقین ہے کہ اسوقت تک جو کچھہ معلوم کرلیا گیا ہے اسی پر کرّہ ارض کا مدار ہے

جزوی طور پر اب بہی بہت ایسے مقامات ہین جہان تک کسی انسان کی رسائی نہین ہوئی اور اون مقامات مین یاجوج ماجوج کا ہونا ممکن ہے۔

جو لوگ نقشہ زمین سے واقف ہین انہین معلوم ہے کہ سیبیریا کے اودہر بہت ایسے پہاڑ ہین جو بارہ مہینے برف سے ڈہکے رہتے ہین اور اسوجہہ سے وہان کوئی انسان گذر نہین سکتا اور برفانی پہاڑون کے اودہر زمین بہی ہے جو انتہائی ارض تک چلی گئی ہے ممکن ہے کہ ان برفانی پہاڑون کے پیچہے کوئی ایسی پست زمین ہو جہان پستی کیوجہ سے برف نہ رہتی ہو اور وہین یاجوج ماجوج آباد ہون۔

ذوالقرنین ایک لامعلوم زمانہ ممتد کے پہلے گذرا ہے جسکو اب ہزارون سال ہو چکے ہین بہت ممکن ہے کہ آباد زمین اور زمین یاجوج ماجوج کے درمیان ان برفانی پہاڑون کے اندر کسی وادی کی راہ سے راستہ رہا ہو اور اسی راستہ سے یاجوج ماجوج آکر تاخت تاراج کرتے رہے ہون اور جب مظلومون نے ذوالقرنین سے فریاد کی تو اس نے اندر سے وادی کا رستہ بند کردیا ہو تو ایک طرف وادی کے بند ہوجانے سے اور دوسری طرف ناقابل صعود پہاڑی کے حایل ہوجانے سے یاجوج ماجوج کا آنا مسدود ہو گیا ہو پہر حوادث آسمانی کے پے درپے واقع ہونے سے اور برف کے جمتے رہنے سے بالکل ناقابل گذر اور ناقابل صعود ہو گیا ہو۔

پہر استداد زمانہ اور مرور دہور کے بعد آسمانی وجوئی حادثات کے باعث سے سب جمی ہوئی برف پگہل جاے اور یاجوج ماجوج ترقی کرکے اس قابل ہوجائین کہ ان کی روک کیلئے جو سد بنائی گئی تہی اوسکو توڑ کر باہر نکل پڑین۔

یہہ امکان کے پہلو ہین اور اس کے علاوہ اور بہی وجوہ امکان نکلتے ہین۔

اور جب ممکن ہے اور وقوع کا ثبوت قرآن مجید جیسی معتبر کتاب الٰہی سے سنا ہے تو پھر انکار کرنے اور مستبعد و محال خیال کرنیکی کوئی وجہہ نہیں معلوم ہوتی ورنہ تو تواریخ سے امان اٹھہ جائیگا اور تمام تاریخی بیانات درہم برہم ہوجائینگے

خضر کا ایک اور واقعہ

قرآن مجید مین بیان کیا جاتا ہے جو سورۃ البقر مین ہے۔

اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ

(اے پیغمبر) تم نے مثلاً ان بزرگ کے حال پر بھی نظر کی جو ایک بستی پر سے ہوکر گذرے اور وہ اپنی چھتون پر ڈھئی پڑی تھی۔ یہہ دیکھکر وہ تعجب سے لگے کہنے کہ اللہ اس بستی کو اس کے مرے یعنی اس قدر اجڑے پیچھے کیسے زندہ یعنی آباد کریگا۔ اسپر اللہ نے ان کو سو برس تک مردہ رکھا پھر انکو جلا اٹھایا (اور) پوچھا تم اس حالت مین کتنی مدت رہے انہون نے کہا ایک دن رہا ہونگا یا ایک دن سے بھی کم۔ اللہ نے فرمایا نہین بلکہ تم سو برس اس حالت مین رہے اب اپنے کھانے اور اپنے پینے کی چیزون کو دیکھو کہ کوئی بسی تک نہین اور اپنے گدہے کے طرف (بھی) دیکھو (جسپر تم سوار تھے) اور تمہارے اتنے دنون مردہ رکھنے اور پھر جلا اٹھانے سے مقصود یہ تھا کہ ہم تم کو لوگون کیلئے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنائین اور گدہے کی) ہڈیون کی طرف نظر کرو کہ ہم کیسے ان کو جوڑ جاڑ کر

إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ	ان کا ڈہانچ بنا کہڑا کرتے ہین اور پہر ان پر گوشت مڑہتے ہین پہر جب ان بزرگ پر قدرت الٰہی کا یہہ کرشمہ ظاہر ہوا تو بول اُٹھے کہ اب مین یقین کامل کرتا ہون کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ف

مفسرین نے بستی اور شخص کی تعئین مین بہت اختلاف کیا ہے۔ ایک قول یہہ بہی ہے کہ بخت نصر بیت المقدس کو آگ لگا کر اور شہر کو اجاڑ کر بنی اسرائیل کو پکڑ لے گیا تہا۔

حضرت خضر اس ویرانے کے وقت بیت المقدس پر سے ہو کر گذرے اور ظاہر حال پر نظر کر کے ان کو نا امیدی ہوی ع ایسے اجڑے کہی بہی بستے ہین۔ اللہ نے اُن کو اپنا نمونہ قدرت دیکہایا کہ وہ سو برس تک مردہ پڑے رہے پہر ان کو زندہ کیا تو بیت المقدس اتنے عرصہ مین پہر آباد ہو گیا تہا اور ان کے گدہے کو خدا نے ان کی آنکہوں دیکہتے جلا اُٹہایا۔

اللہ تعالےٰ نے ان کے کہانے پینے کی حفاظت کی وہ بُسا تک نہین۔

حضرت خضر کو صرف یہ حیرت تہی کہ خدا خلاف عادت قدرتون کو کیونکر نافذ کرتا ہے اور یہ جو خضر نے باوجودیکہ سو برس مردہ پڑے رہے ایک دن یا ایک دن سے بہی کم بتایا تو اسکی وجہہ یہہ ہے کہ وہ واقع مین مر گئے تہے۔ ان کو دیر کا احساس ہی نہین ہوا، اور یہی حال تو قیامت مین ہوگا کہ کافر عالم دنیا اور عالم برزخ مین رہنے کی مدت کو اتنا ہی تہوڑا بتائینگے۔ مگر غفلت شعار آدمی زندگی مین نہین سمجہتا۔

مگر جمہور مفسرین اسی طرف گئے ہین کہ وہ بزرگ حضرت خضر نہین بلکہ حضرت عزیز علیہ السلام تہے

حیات خضر علیہ السلام

بہت دنوں تک زندہ رہنا کسی ہزار دو ہزار برس کی عمر پانا یا ایک معتد زمانہ تک جوانی یا پیری کی حالت مین زندہ رہنا، خلاف عقل نہین ہوسکتا بلکہ بہر طور ممکن اور مطابق عقل ہے قرآن مجید مین حضرت نوح کی نسبت فرمایا گیا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ اور ہم نے نوح کو انکی قوم کی طرف پیغمبر بناکر فَلَبِثَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا بھیجا تو وہ پچاس برس کم ہزار برس (ان لوگون میں رہے) جناب نوح علیہ السلام ساڑھے نوسو برس اپنی قوم کو تبلیغ احکام کرتے رہے اور کم از کم چالیس برس کی عمر مین ان کو خلعت نبوت سے سرفراز کیا گیا ہوگا کیونکہ چالیس برس سے کم عمر مین کسی نبی کو عہدہ نبوت نہین ملا تو اس آیتہ سے حضرت نوح علیہ السلام کا نوسو نو برس کی عمر پانا، بتصریح ثابت ہوا۔

آپ کے علاوہ دوسرے پیغمبرونکو اور نفوس کا بڑی بڑی عمرین پانا کتب قدیمہ اور تواریخ معتبرہ سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ کا دو سو برس کی عمر مین وفات پانا متفق علیہ مورخین ہے۔

ابھی حال کا واقعہ ہے ہمارے والد ماجد کے عاقبت اندیش ملازم جیبو دہ رائے راجپوت کی ماں ایک سو چھبیس برس کی عمر مین راہی عدم ہوئی ہے اور حال ہی مین جناب مولوی محمد عبد الغفور صاحب محمد آبادی کی محترم دادی نے ایکسو پندرہ سال کی عمر مین انتقال فرمایا ہے۔ علاوہ برین یورپ وامریکہ کے متعدد مشاہیر کی نسبت اخبار دن مین یہہ خبرین شایع ہوئی ہین جنہون نے ایک صدی سے زیادہ عمرین پائین۔ جہان بہت سے لوگون کو فطرت الہیہ نے اسقدر طول طویل عمرین عنایت فرمائین۔ وہین یہہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے بچے آغوش مادرمین والدین کو داغ دے جاتے ہین۔ بہت سے نوجوان اپنے

عنفوان شباب مین جوانا مرگی کا مزہ چکھہ لیتے ہین ۔ بہت لوگ ادھیڑ ہوکر مرتے ہین ۔ بغرض عمرون کا قاعدہ نہ کبھی مقرر ہوا نہ ہو سکتا، اور جب انسان کی عمر طبعی کا ندازہ ہی نہین معلوم اور اس کا کوئی قاعدہ ہی مرتب نہین تو یہ حکم کیونکر لگایا جا سکتا ہے کہ کوئی شخص اتنی بہاری عمر نہین پا سکتا نہ زیادتی عمر کی کوئی حد ہے نہ کمی کی تعین یہان تک کہ بعض بچے پیٹ مین بعض پیدا ہوتے ہی مرجاتے ہین بنا ٴ علیہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی کا قیامت تک یا بقاے عالم تک زندہ رہنا عقلاً ممکن ہے اور اسکے مستبعد ہونے پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی موجود نہین نہ پیش کیجا سکتی ۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی کا حیات جاوید پانا ثابت نہو امکان ثابت ہے گو وقوع نہ ہو ۔

روح جسد مین اسی وقت تک باقی رہتی ہے جب تک جسم مین روح کے قبول کرنیکی طاقت رہتی ہے امتداد زمانہ، اثر آب وہوا، انسان کے چال چلن، اسکے حرکات وسکنات وغیرہ جسم کو نحیف وکمزور اور اسکی قوت کو سلب کرتے رہتے ہین یہان تک کہ طاقت کے بالکل سلب ہوجانیکے بعد روح جسم کو چھوڑ دیتی ہے مشاہدہ بتاتا ہے کہ محتاط نفوس اور محنت کرنے والے زیادہ دنون تک زندہ رہتے ہین بہ نسبت غیر محتاط اور ان لوگون کے جو تنعم مین عمر بسر کرتے اور محنت ومشقت سے دور رہتے ہین ۔

جنگل وبیدان کے رہنے والے بہ نسبت شہریون کے چاق وچست اور بہت صحیح الجسم ہوتے ہین اور اسی لئے ان کی عمرین بہی زیادہ ہوتی ہین ۔ کیونکہ وہ ہوا تازہ اور عمدہ خوش گوار پاتے ہین ۔ میدان کا اچھا پانی پیتے ہین ۔ محنت ومشقت کے عادی ہوتے ہین ۔ نہ انہین کبھی طبیب کی ضرورت پڑتی نہ وہ کبھی دوا کہاتے ۔ شہری کبھی صحت وطاقت مین ان صحرائیون کا مقابلہ نہین کر سکتے عیاشی مورث امراض ہے ۔ امراض موجب ضعف ہین ۔ جو جسم کی طاقت کو سلب کرتے رہتے ہین اور یہی سلب طاقت، جلد مرنیکا باعث ہوجاتی ہے

یہی وجہہ ہے کہ شہریون مین بہ نسبت دیہات کے، موت کی زیادہ واردا تین ہوتی ہین -

اس تمہید کے بعد اب ہم کہتے ہین کہ ممکن ہے کسی خاندان مین صحت واحتیاط متوارث ہو، نسلاً بعد نسلٍ صالح نفوس پیدا ہوتی ہو ایسے خاندان مین کوئی پیدا ہوا اور یوم پیدائش سے اسکی تربیت حکیمانہ روش پر ہو تو وہ ایک زمانہ دراز تک زندہ باسلامت رہ سکتا ہے پھر اس حکیمانہ تربیت و پرورش کے بعد ایک حکیم شخص کا عمدہ دوائین اور مقوی غذائین استعمال کرنا، زیادتی عمر مین مزید تائید دیگا -

معہذا، کوئی زیادہ عمر پاتا ہے کوئی بہت کم دن زندہ رہتا ہے حالانکہ انسان ہونیکی حیثیت سے سب برابر ہین، اسکی کم و بیشی کا یقینی سبب تو معلوم نہین بہرحال جو سبب عمر کے کم ہونیکا ہو، وہ اگر مرتفع ہوجاتے تو انسان کی عمر کا بڑہنا مشکل نہین -

ایسی حالت مین ممکن ہے کہ کسی انسان کامل پر یہ راز منکشف ہوجاے اور جس حد تک وہ چاہے اپنی عمر کو بڑہالے لیکن قیامت سے آگے نہین کیونکہ واقعہ قیامت دنیا اور دنیا والون مین سے کسی مخلوق کو باقی نہین چھوڑیگا -

حضرت خضر کا نبی ہونا مختلف فیہ ہے، مگر ولی کامل ہونا متفق علیہ ہے -

تو جب ہم اللہ تعالے کے وجود، اور اسکے قادر مطلق ہونے کے قائل ہین - حضر کا ولی مرشد ہونا تسلیم کرتے ہین یہ بھی مانتے ہین کہ ایسے نفوس قدوسیہ پر انکشافات ہوتے ہین - ان کو مخفی اسرار پر اطلاع ہوتی ہے تو کچھہ عجب نہین اگر بعض مصالح سے جن کا ذکر انشاء اللہ تعالے آئندہ آئیگا - حضرت خضر کو حیات جاوید کا تمغہ دیا گیا ہو - البتہ یہہ بات کہ درحقیقت وہ زندہ ہین یا نہین، اس کے لئے صفحہ الٹو اور مفصل بحث ملاحظہ کرو -

تفسیر بیضاوی وغیرہ مین مرقوم ہے کہ خضر عم حضرت موسیٰ عم کے زمانہ تک

بہ قید حیات تھے اور اس تحریر سے اشارۃً مفہوم ہوتا ہے کہ خضر موسیٰ ع کے بعد نہین رہے۔

بہر حال آفریدون بن اثبیان بادشاہ عجم، ذوالقرنین اور حضرت موسیٰ ع کے زمانون مین تو خضر ع کا زندہ رہنا بخوبی ثابت ہے۔ اب بحث اس مین ہے کہ ہمارے رسول اللہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین اور بعد آپ کے اور الآن اسوقت خضر کا وجود دنیا مین ہے یا نہین؟ حصن حصین مین مستدرک حاکم سے نقل کر کے لکہا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ وسلم کے وفات بعد ایک مرد جسیم آیا جسکی داڑہی بالکل سپید تہی۔ وہ صحابہ کے نزدیک بیٹھکر رویا اور رسول کریم صلی اللہ وسلم کی تعزیت کر کے چلا گیا۔ اس کے چلے جانیکے بعد جناب ابوبکر صدیق اور عمر فاروق نے فرمایا کہ یہہ خضر علیہ السلام تھے امام سیوطی نے جمع الجوامع مین ابن عساکر سے نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت عمر کسی شخص کے جنازہ پر نماز پڑہنے کو تے، یکایک غیب سے آواز آئی کہ جلدی نہ کرو خدا تم پر رحمت کرے۔ حضرت عمر آواز سنکر ٹہیر گئے یہان تک کہ ایک مرد آکر صف مین ملگیا۔ نماز ختم ہونے کے بعد اسنے کہا، خداوندا؟ اگر تو اس مردہ پر عذاب کرے تو وہ گنہگار ہے اور بخشدے تو تیری رحمت کا محتاج وامیدوار ہے۔

جب مردہ دفن ہوچکا تو وہ پہر بولا، خوشخبری ہو تجھکو اے صاحب قبر! اگر تو خائن وظالم نہین تہا حضرت عمر نے فرمایا، پکڑو اس شخص کو تا ہم اسکی نماز اور کلام کے بارہ مین سوال کرین اور پوچہین کہ وہ کون ہے؟ حضرت عمر کا یہہ کہنا تہا کہ وہ مرد دفعتہً غائب ہوگیا اور اس کے غائب ہوجانیکے بعد آپنے فرمایا خدا کی قسم! یہی خضر تھے جن کی خبر ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تہی۔

محمد بن المنکدر راوی حدیث کا بیان ہے کہ اس مرد کے چلے جانے کے

بعد جو ہم نے غور کیا تو اس کے قدم کا نشان ایک ہاتھہ سے زیادہ تہا۔

مین کہتا ہون

کہ عقل اس حدیث کی صحت کو باور نہین کرتی جیسا کہ خود الفاظ حدیث سے بھی ظاہر ہے
اولاً۔ تو جب حضرت عمر واقف تہے کہ آنیوالا مرد خضر ہے تو کیون فرمایا
کہ اس شخص کو پکڑو تا ہم دریافت کرین کہ وہ کون ہے ؟
دوسرے یہ کہ اگر وہ آنیوالا حضرت خضر علیہ السلام ہوتے تو جناب عمر
ایسا اہانت آمیز جملہ کبھی نہ فرماتے کہ "پکڑو اس شخص کو" کیونکہ ایسے جملے
ادنیٰ درجہ کے لوگون کے واسطے استعمال کئے جاتے ہین، حضرت خضر جیسے عارف
باللہ کی شان کو ہرگز زیبا نہ تہے۔
ہم تو ایسا سمجھتے ہین کہ وہ کوئی جنگلی بدوی تہا، غیب سے آواز آنیکا یہہ
مطلب ہے کہ اسکی آواز یکایک سنائی پڑی اور وہ ناگہان آگیا۔ وہ غیر متعارف
شخص تہا، اور جب حضرت عمر نے فرمایا کہ اس شخص کو پکڑو تا اس کی گفتگو کے
بارہ مین سوال کرین ؟ تو وہ حضرت عمر کی آتش مزاجی سے ڈر کر بہاگا کہ شاید
مین نے کوئی نامشروع بات کہی۔
تنفیہ الشریعۃ مین رباح بن عبیدہ سے مروی ہے کہ ایک روز
مین نے ایک مرد کو دیکہا کہ عمر بن عبدالعزیز کے شانہ پر تکیہ لگائے کہڑا ہے
مین نے اپنے دل مین سمجھا، یہ عجیب طرح کا آدمی ہے جو یون کہڑا ہے۔ جب وہ
چلا گیا مین نے عمر بن عبدالعزیز سے پوچہا کہ یہ کون صاحب تہے جو آپ کے
شانہ پر تکیہ کئے کہڑے تہے۔ انہون نے حیرت زدہ ہوکر پوچہا کہ اے رباح
کیا تم نے اس شخص کو دیکہہ لیا، مین نے کہا ہان، انہون نے کہا سچ ہے یہہ
میرے بہائی خضر تہے۔

مین کہتا ہون

کہ اولاً۔ تو محدثین نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے۔ علامہ ابن حجر نے

لکہا ہے کہ خضر کے باب مین جتنی حدیثین اور آثار ہین، یہہ اُن مین سے سب سے زیادہ صحیح ہے (جب صحیح حدیث کا یہہ حال ہے تو ضعیف و مشکوک حدیثون کا کیا پوچہنا؟) رباح کی ثقاہت مین محدثین کو کلام ہے لیکن ابن معین وغیرہ بعض لوگ اس کو معتمد جانتے ہین۔

دوسرے۔ یہہ کہ رباح بن عبیدہ نے اگر خضر کو دیکہہ لیا تو کون سے اچنبہ کی بات تہی جو عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ حیرت زدہ ہوگئے۔

تیسرے۔ یہہ کہ حدیث کے صحیح مان لینے کے بعد بہی انکو خضر کا اسوقت زندہ رہنا ثابت نہین ہوتا جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ساتہہ تہے اور جو ہماری اس کتاب کے ہیرو یا موضوع ہین کیونکہ عمر بن عبد العزیز نے صرف ان کا نام خضر بتایا، تو اس سے خضر موسیٰ کا ہونا کہان نکلا؟

وہ خضر نامی کوئی شخص رہے ہون گے جن کو بلحاظ اخوت اسلامی عمر بن عبد العزیز نے بہائی کہا۔

عمر بن عوف سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ وسلم مسجد مین نماز پڑہ رہے تہے یکایک دیوار کے آڑ سے کسی کے بولنے کی آواز آئی۔ صحابہ باہر دیکہنے گئے کہ کون شخص ہے؟ تو خضر کو کہڑا ہوا دیکہا۔

مین کہتا ہون کہ اولاً تو یہ حدیث ضعیف بلکہ موضوع ہے۔

دوسرے یہہ کہ حدیث سے مطلب برآری محال ہے کیونکہ صحابہ نے باہر آکر کسی شخص کو کہڑا دیکہا ہوگا، لیکن یہ کیسے معلوم کہ وہ خضر علیہ السلام ہی تہے۔ کیونکہ پہلے سے جان پہچان کا ہونا ثابت نہین نہ حدیث سے معلوم ہوتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حضرت خضر سے انٹروڈیوس کرآیا ہو۔ نہ دیکہنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم نے خود فرمایا کہ ہم نے باہر آکر جناب خضر علیہ السلام کو دیکہا اور ان سے ملاقات کی۔

حضرت علی رض سے روایت ہے کہ مین طواف کعبہ مین مصروف تہا،

ناگاہ ایک مرد نظر آیا جو کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے دعا کر رہا تھا جب دعا ختم کر چکا تو بولا قسم اُس خدا کی جس وقت قدرت مین خضر کی جان ہے اجو شخص میری اس دعا کو ہر نماز فرض کے بعد پڑھا کرے خدا اسکو ضرور بخشدیگا خضر سے مراد خود اُس کی ذات تھی۔

مین کہتا ہون کہ اولاً۔ یہہ کیونکر معلوم کہ دعا کرنیوالے نے خضر سے اپنی ذات ہی کو مراد لیا کیونکہ دل کی بات تو اللہ کو معلوم۔ خود اس نے اپنی مراد بتائی نہین نہ کلام مین کچھ ایسا اشارہ رکھا، ممکن ہے کہ خضر سے سبزی مراد ہو اور نفس سے نفس نباتی جیسا کہ قرآن مجید مین بہت ایسی چیزون کی قسم کہائی گئی ہے۔ یا اس نے حضرت خضر کی قسم کہائی ہو اور خود کوئی اور رہا ہو۔

ثانیاً۔ اس وجہ سے کہ اگر مان ہی لیا جاے کہ خضر سے اس نے اپنے آپ ہی کو مراد لیا تو اس کا کیا ثبوت دیا جا سکتا ہے کہ وہ دعا کرنے والا خود حضرت خضر صاحب ہو سکتے تہے۔ خضر نامی کوئی وہان کا باشندہ رہا ہوگا

ثالثاً۔ اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبین اور تمام انبیاے مرسلین سے افضل تہے لیکن آپ نے کوئی ایسی دعا تعلیم نہین فرمائی جسکے پڑہنے سے کوئی اپنا مغفور ہونا یقین کر سکے۔ حالانکہ ایسی کوئی دعا اگر ہوتی اور خدا کو منظور ہوتا کہ اس کے ایماندار بندے اس دعا سے واقف ہو جائین تو خضر سے زیادہ ہمارے سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اس دعا کے بتانے کے مستحق تہے۔

یہ مذکورہ احادیث و آثار تو اُن لوگون کی دلیلین تہین جو حضرت خضر کی حیات کے قائل ہین۔

اب اون علمار کی دلیلین جو حیات خضر کے منکر ہین۔

پہلی دلیل۔ قرآن کی وہ آیت ہے جو سورۃ الانبیار مین ہے جہان اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ	اے پیغمبر ہمنے تم سے پہلے کسی بشر کیلئے ہمیشگی نہین رکہی

مین کہتا ہون کہ اس آیت سے حیات خضر کا بطلان نہین ثابت ہوتا کیونکہ اللہ تعالے نے ہمیشگی کا انکار کیا ہے۔ جو لوگ حیات خضر کے قایل ہین وہ یہ نہین کہتے کہ حضرت خضر ہمیشہ زندہ رہینگے کیونکہ ہمیشگی اور مدامی بقا تو سوائے اللہ کے کسی کے لئے نہین ہے۔

وہ صرف یہ کہتے ہین کہ خضر ع زندہ ہین اور جب تک اللہ کی مرضی ہوگی زندہ رہینگے۔ مگر جمہور علما و صوفیا کا خیال ہے کہ وہ قیامت تک زندہ رہین گے

دوسری دلیل۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہو جس مین آپ نے فرمایا۔

لَوْ كَانَ الْخَضِرُ حَيًّا لَزَارَنِي یعنے اگر خضر زندہ ہوتے تو ضرور مجھ سے ملاقات کرتے مگر رسول اللہ صلعم سے خضر کا ملاقات کرنا ثابت نہین اسلئے متفق ہوا کہ آپ سے پہلے وہ مر چکے تھے۔

مین کہتا ہون کہ عدم حیات خضر کی یہ دلیل صحیح نہین ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا کہ اگر خضر زندہ ہوتے تو مجھسے ضرور ملاقات کرتے پر معترض کو یہ بات کہان سے معلوم ہوئی کہ خضر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کبھی ملاقات نہین کی۔ ہمکو نہین معلوم کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث کب ارشاد فرمائی۔ بہت ممکن ہے کہ آپ نے اوائل زمانہ مین ایسا فرمایا ہو اور اس کے بعد حضرت خضر آپکی ملاقات سے شرف اندوز ہوے ہون۔

اب معترض پوچھیگا کہ اگر ملاقات نکرنا ثابت نہین تو کرنا ہی تو ثابت نہین ہے بلا شک ہم یہ کب کہتے ہین کہ ملاقات کرنا ثابت ہے، ہم تو امکان کا پہلو ثابت کرکے اتنا کہتے ہین کہ حدیث مذکورہ سے عدم حیات خضر کا استنباط غلط ہے اور وہ ثابت ہے اگر حضرت خضر زندہ رہے ہون اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور آپ نے اس ملاقات کا ذکر

نہ کیا ہو تو نہ اس مین کوئی جرح ہے نہ اس سے حیات خضر کا بطلان لازم آتا
ہم اتنا ہی کہہ سکتے ہین کہ حیات خضر کا علم ہم کو نہین ہے، مگر ہمارے لاعلم ہونے
سے حیات باطل نہین ہوگی۔

یہہ بھی ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خضر علیہ السلام کی
ملاقات اس قسم کی ملاقات ہوگی جس طرح بڑے چھوٹے دو مرشد آپس مین
ملتے ہین اور ایسی ملاقاتین راز و نیاز کی مخفی ہوا کرتی ہین۔ جن کا اظہار ہر
کس و نہ کس پر ضروری نہین ہے پس کوئی تعجب نہین کہ خضر عہ نے جناب
سرور کائنات سے ملاقات کی ہو اور آپ نے اسکا اعلان کسی مصلحت
سے جایز نہ جانا ہو۔

ابن عدی، طبرانی اور ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ ایک روز
رسول اللہ صلے اللہ وسلم نے خضر کی دعا سنی تو ان کو بلا بھیجا۔

اس حدیث سے خضر کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنا
معلوم ہوتا ہے اور شاید کہ یہ حدیث، حدیث مذکورہ بالا سے متاخر ہے
مگر علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالے نے اس حدیث کو موضوع لکھا ہے
اور اس مین بہت سے مجاہیل ثابت کئے ہین۔

کتاب فوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں "لو کان الخضر حیاً"
والی حدیث کو موضوع اور من قبیل الاباطیل لکھا ہے پس اس بنا پر دلیل ہی
باقی نہین رہتی۔

تیسری دلیل۔ وہ حدیث ہے جس کو مسلم اور ترمذی نے ابو زبیر رض
سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو لوگ
آج (روے زمین پر) زندہ ہین ان مین سے کوئی شخص سو برس تک زندہ نہ رہیگا

چوتھی دلیل۔ وہ حدیث ہے جسکو بخاری نے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر عمر شریف مین فرمایا کہ اس وقت

جتنے جاندار روے زمین پر ہین [illegible] سے اوپر ان مین سے کوئی زندہ نرہیگا
پس زمانہ رسول اللہ صلے اللہ وسلم مین [illegible] وجود حیات مان بھی لیا جاے
تو ضرور ہے کہ سوبرس کے اندر مر گئے ہون جیسا کہ حدیث مین پیشنگوئی کی
گئی ہے اور یہ حدیث شریف بین ثبوت ہے اور اس بات پر کہ الآن دنیا
مین خضرع کا وجود نہین ہے نہ وہ زندہ ہین جیسا مشہور ہے۔

حدیث پر لطیفہ

سنہ ۱۳۰۱ھ حیدرآباد دکن کا واقعہ ہے۔

جناب مولوی عبدالوہاب صاحب فقیہ حنفی سید نورالدین شاہ صاحب مرحوم قمیصی قادری کی خانقاہ مین عربی کے مدرس اعلی تھے۔ فقہ مین انکو اچھا درک تھا اور پڑھانے کو تو ہر فن کی کتابین نہایت خوبی سے پڑھاتے تھے۔ مولوی صاحب ممدوح کی درسگاہ مین مین بھی حاضر ہوا حدیث کا درس ہورہا تھا۔ جب درس ختم ہوچکا، اودھر ادھر کی باتین ہونے لگین اثناء گفتگو مین حیات خضر کی بحث آپڑی۔ مین نے عرض کیا کہ خضر کا زندہ رہنا ثابت نہین ہوتا مولوی الیہ نے غضبناک ہوکر فرمایا، یہ کیا جہک مارتے ہو؟ حیات خضر سے انکار کرنا جہالت ہے کیونکہ آثار صحابہ، اور اقوال بزرگان سلف رحمہم اللہ سے ان کا زندہ رہنا اور آڑے وقتون مین لوگون کی مدد کرنا بخوبی پایۂ ثبوت کو پہونچا ہے۔ مین نے عرض کیا کہ آثار صحابہ اور بزرگان سلف کے اقوال سے شاید ثابت ہو مجھے ان سے کوئی غرض نہین لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک تو صریح حیات خضر کا بطلان کر رہی ہے۔ مولوی صاحب ممدوح نے گھبرا کر پوچھا وہ کونسی حدیث ہے؟ مین نے صحیح بخاری کی یہی حدیث مذکور پڑھ سنائی اور عرض کیا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین بھی خضر کا وجود مسلم ہو (حالانکہ ایسا نہین ہے) تو بعد آپ کے سو برس کے

اندر ان کا مرجانا یقینی ہے۔

مولوی صاحب یہہ حدیث سنکر چپ ہو گئے۔ دیر تک ساکت رہے اور پہر جواب دیا کہ اس حدیث سے خضر کی حیات کا انکار لازم نہین آتا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان جانداروں کے بارہ مین سو برس کے اندر مرجانے کی پیشین گوئی فرمائی تہی جو روے زمین پر یعنی خشکی پر ہین پس ممکن ہے کہ جسوقت آپ نے پیشین گوئی فرمائی ہو حضرت خضر زمین پر نہ رہے ہون بلکہ پانی مین رہے ہون یا کرہ ہوا پر رہے ہون منکرین حیات خضر جو اس حدیث سے استدلال کرتے ہون ان کو یہی جواب ملا علی قاری حنفی نے اپنے رسالہ خضر مین دیا ہے۔

ہم کہتے ہین کہ

اگر خضر علیہ السلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس پیشین گوئی فرماتے وقت پانی پر رہے ہون تو وہ مستثنیٰ نہین ہو سکتے کیونکہ "ارض" کا اطلاق خشکی و تری دونون پر ہے اور ارض سے مراد ہمیشہ کرہ ارض ہوتا ہے۔ اور ظاہر کہ پانی و سمندر سب علی وجہ الارض ہین۔ لیکن اس کے جواب مین یہہ کہا جاسکتا ہے کہ :-

پہلا جواب حدیث شریف مین "علی وجہ الارض" کے الفاظ ہین یعنی جتنے جاندار اسوقت زمین پر یا روے زمین پر ہین ان مین سے کوئی سو برس کے اوپر زندہ نہ رہے گا پس وہ حیوانات اس پیشین گوئی سے مستثنے ہو گئے جو زمین کے اندر ہون یا تو دریا مین رہے ہون "روے زمین پر" اور "زمین کے اندر" ان دونون مین بہت فرق ہے پس ممکن ہے کہ اسوقت حضرت خضر علیہ السلام پہاڑ کے کسی عمیق غار کے اندر یا سرداب مین رہے ہون یا کسی ذریعہ سے پانی اور سمندر کے تحت مین چلے گئے ہون اور ایسی حالت مین ان پر اور ان کی حالت جیسے اور دوسرے حیوانات پر اس پیشینگوئی

کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

دوسرا جواب :۔ ہم کسی کے ہنسنے سے خوف نہیں کرتے نہ کسی پکے مسلمان کا یہہ کام ہے کہ وہ چند بے اٹکل لوگون کے ہوائی خیالات سے متاثر ہوکر یا لامذہبون کے استہزا کے خوف سے اپنا عقیدہ بدل لے یا ناجایز شرم مین آکر اپنے برحق عقاید کو چھپاتا پھرے۔

ہم اہل اسلام کے فن عقاید مین معجزہ اور کرامت کا برحق ہونا مثل بدیہیات کے مسلم ہوچکا ہے۔ معجزہ وہ خلاف عادت امر ہے جو کسی نبی کی ذات سے سرزد ہو یا اسکے ہاتھہ پر بلا کسی ظاہری سبب کے واقع ہو اور اس کا وقوع تحدی اور دعوے نبوت کے بعد ہو مثلاً حضرت موسیٰ کے عصا مارنے سے دریا کا پھٹ جانا یا حضرت عیسیٰ کا مادرزاد اندھے کو بینا کردینا یا حضرت سرورکائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے اشارہ انگشت سے چاند کا دو ٹکڑے ہوجانا اور کرامت وہ خلاف عادت امر ہے جو کسی ولی عارف عابد کے ہاتھہ واقع ہو اور اس کا سبب ظاہر مین کچھہ نہ ہو اور کرامت مین تحدی نہین ہوتی۔ معجزہ اور کرامت بلا کسی سبب کے محض قدرت آلہی اور مشیت ایزدی سے یکایک واقع ہوجاتے ہین۔ تم مشیت آلہی کو اعجاز و کرامت کی علت سمجھہ لو۔ اگر معترض کہے کہ خلاف قانون قدرت کوئی امر بلا کسی سبب کے عالم اسباب مین ظہور پذیر نہین ہوسکتا تو یہ نری بیوقوفی ہے۔

اولاً۔ تو قوانین قدرت خود مرتب نہین ہین۔ معترض نے تو اعتراض کردیا کہ فلان امر قانون قدرت کے خلاف ہے مگر اس نے نہین بتایا کہ قوانین قدرت کیا ہین اور کس قدر ہین؟ مگر وہ نہین بتا سکتا اور ہرگز نہین بتا سکتا اور ظاہر ہے کہ جب قانون قدرت ہی پر واقفیت نہین ہے تو کسی امر کو خلاف قانون قدرت کیونکر کہا جا سکتا ہے۔

ثانیاً۔ اسوجہہ سے کہ ہر امر کی ایک علت ہوتی ہے مگر یہ ضروری نہین ہے

کہ ہر امر کی علت ہماری سمجھ میں ہی آجاے اور جسکی علت سمجھ مین نہ آسے اسکو خلاف قدرت کہدین -

ثالثاً - اس وجہ سے کہ ہم اللہ کو واجب اور قادر مطلق مانتے ہین اور معجزہ اور کراست کو جسکا سبب آج تک کوئی جان سکا نہ آئندہ اس کا راز کھلنے کی امید ہے، برحق اور صحیح مانکر مشیت ایزدی کو اسکا سبب گردانتے ہین

اتنی تمہید کے بعد اب ہم کہتے ہین کہ جسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی فرمائی ممکن ہے کہ حضرت خضر روے ہوا پر ہون اور ایسا ہونا کچھ بعید از قیاس نہین ہے جب کہ ہم فی زمانہ ایسی سواریان ایجاد ہوتے دیکھ رہے ہین اور اس سے بہتر ایجاد ہونیکی کوشش جاری پاتے ہین -

محدثین نے اکثر ان احادیث کو کلیتہً ضعیف و نامعتبر جانا ہے - جو حیات خضر و الیاس کے بارہ مین وارد ہوئی ہین چنانچہ امام لغت علامہ مجدالدین فیروز آبادی اپنی کتاب سفرالسعادت کے خاتمہ مین لکھتے ہین ”در باب عمر خضر و الیاس و بقاے ایشان حدیثے صحیح نہ شدہ“ اور انہین امام فیروز آبادی کے ہم زبان امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری - ابراہیم عربی - ابن مناوی ابن مبارک اور امام ابن جوزی علیہم الرحمتہ و رضوان ہین - یہ سب بزرگان ملت متفق ہین - کہ حیات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلے مر چکے تھے ان چیدہ علماء کرام کے علاوہ جمہور علماے حدیث، اور صوفیہ کرام خضر کی حیات کے قائل ہین اور ان کا صحیح مذہب یہ ہے کہ وہ قیامت تک زندہ رہین گے -

ربیع الابرار مین لکھا ہے انبیاء مین چار نبی بہ قید حیات ہین حضرت ادریس اور حضرت عیسے آسمان پر اور خضر و الیاس علیہم السلام زمین پر - ان دو مین حضرت الیاس خشکی پر متعین ہین اور خضر پانی پر ہر رات مین سد سکندری پر آکر دونون جمع ہوتے ہین - ہر سال حج کرتے ہین -

بتقضائے محل پر نظر کر کے ہم چاہتے ہین کہ لگے ہاتھون بقیہ تین پیغمبرون کی حیات مع الجسد سے ہی ایک مختصر مگر مکمل بحث کرتے چلین۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام

آپ کا نام عیسےٰ ہے۔ مسیح خطاب اور لقب نبوت روح اللہ ہے۔ آپ مریم بنت عمران کے پیٹ سے بلا باپ کے پیدا ہوئے۔ جیسا کہ سورہ مریم وغیرہ مین درج ہے۔ انکی مجمل کیفیت یہہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام جب مان کے پیٹ مین تہین۔ انہون نے نظر مانی کہ میرے پیٹ سے جو اولاد ہوگی اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کردونگی کیونکہ بیت المقدس کی خدمت ان کے خاندان مین متوارث تہی۔ حضرت مریم کی مان حنّہ تو سمجہی تہین بیٹا پیدا ہوگا اور پیدا ہوئین مریم تو وہ بڑے شش و پنج مین پڑگئین کہ کہ مرد کی طرح بیٹی ذات بیت المقدس کی خدمت کیونکر انجام دے سکیگی مگر نذر مان چکی تہین، چار و ناچار ایفائے وعدہ کرنا ہی پڑا۔

جب حضرت مریم بڑی ہوئین انکو بیت المقدس مین حوالہ کردیا گیا۔ حضرت ذکریا علیہ السلام جو ان کے خالو تہے، ان کے کفیل و نگراں کار ہوئے۔

سیانی ہونے کے بعد ایک روز وہ بیت المقدس کے مشرقی مکان کے ایک گوشہ مین تنہا بیٹہی عبادت کر رہی تہین کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جوان، مرد کی صورت مین متمثل ہوکر انکے سامنے جا کہڑے ہوئے۔ حضرت مریم مرد کو سامنے کہڑا دیکہکر ڈر گئین، اور کہنے لگین کہ مرد خدا! اگر تو بہلا آدمی ہے تو میرے روبرو سے ہٹ جا۔ جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا ڈرو نہین مین جبرئیل فرشتہ تمہارے پروردگار کا بہیجا ہوا آیا ہون کہ تم کو ایک اچہا سا بیٹا دون۔ مریم گہبرا کر بولین کہ بہلا میرے ہان بیٹا کیونکر پیدا ہوگا۔ مجہکو تو نہ کسی مرد نے ہاتہہ تک لگایا، نہ مین خود بے حیائی کے نزدیک گئی۔ جبرئیل ع نے فرمایا، اللہ تعالٰے پر سب کچہہ آسان ہے وہ چاہتا ہی کہ تمہارے

پیٹ سے بلا شوہر کے بیٹا پیدا کرے اور اوس فرزند کو دنیا مین اپنی قدرت کی نشانی بنائے ۔

اس تقریر کے بعد حضرت جبرئیل ؑ نے مریم ؑ کے گریبان مین پہونکدیا اور انکو حضرت مسیح عیسے ؑ کا حمل رہ گیا ۔ جب مدت حمل منقضی ہوچکی تو حضرت مریم اپنی بدنامی کے ڈر اور شرم سے گہبرائین اور بستی کے باہر میدان مین چلی گئین ایک درخت خرما کے نیچے ان کو درد زہ شروع ہوا ۔ خوف بدنامی و شرم پر درد بہی مستزاد ہوا تو درگاہ الٰہی مین آہ و واویلا کرنے لگین ۔

حضرت مریم کو تسلی دی گئی کہ غم نہ کرو ۔ اللہ نے تمہارے نیچے پانی کا خوش گوار چشمہ جاری کیا ہے درخت مین تازے خرمے لگے ہوئے ہین ۔ بہوک مین خرمے کہاؤ پیاس کے وقت خوش گوار پانی پیو اور بچے سے آنکہین ٹہنڈی کرو ۔ پہر اگر کسی سے ملاقات ہو تو کہدو کہ مین نذر کا روزہ ہون ۔ کسی سے بات نہین کرسکتی ۔

غرض اسی درخت خرما کے نیچے جناب مسیح علیہ السلام پیدا ہوے ۔ حضرت مریم ؑ ان کو لیکر اپنی قوم مین آئین ۔ قوم والون نے جو یہ عجیب و غریب ماجرا دیکہا ، طیش و غضب مین آکر مریم ؑ سے بولے ، کہ تو یہ لڑکا کہان سے لائی تیرا باپ تو بدکار نہ تہا نہ تیری مان ہی چلبن تہی ۔ حضرت مریم ؑ نے مسیح علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے پوچہو ۔ ان لوگون نے اور متحیر ہو کر کہا بہلا ہم شیرخوار بچہ سے کیا پوچہین جو ابہی گہوارہ مین کہیل رہا ہے اور وہ ہم سے کیونکر بات کرسکتا ہے ۔ شیرخوار بچہ بہی کہین بولا کرتا ہے ۔

اسپر یکایک حضرت عیسے ؑ گہوارہ مین کہیلتے ہوے بولے کہ ہان ، مین خدا کا بندہ ہون مجہکو خدا نے کتاب دی ہے ، میری ذات کو لوگون کے لئے موجب برکت گردانا ہے مجہکو نبی و رسول کرکے دنیا مین بہیجا ہے ۔ نماز و روزہ کا حکم دیا ہے اور میری مان پاکدامن اور عفیفہ ہے ۔

بڑے ہوئے پر حضرت عیسے ؑ نے تبلیغ احکام الٰہی شروع کی اور ایک عالم

اُن کی دشمنی پر کمر بستہ ہو گیا ، خصوص یہودی تو ان کی جان کے لاگو بن گئے آخر
ان سب دشمنون کے ڈر سے وہ پوشیدہ رہنے لگے ۔

حضرت عیسےٰ کے تابعین صرف بارہ دہوبی تہے جن کو حواریین کہتے ہین
ان مین ایک بدبخت یہودا نامی طماع تہا ' اس نے دشمنون سے ساز باز کر کے
حضرت عیسےٰ کا پتہ بتا دیا اور سب کو لے ہوا کر عیسےٰ کو پکڑنے چلا جس مکان مین
حضرت عیسےٰ پوشیدہ تہے ، یہودا پکڑنے کے لئے اس مین گہسا مگر وہان محبوب
حقیقی عیسےٰ کا نگہبان تاک مین تہا ، حضرت عیسےٰ کو زندہ مع الجسد آسمان پر اُٹہا
لیا گیا اور یہودا کی شکل وصورت حضرت مسیح کی سی ہو گئی ۔

جب مسیح اُس کمبخت کو نہ ملے تو وہ گہبرا کر باہر نکلا اور باہر والون نے اسی
کو مسیح سمجہکر پکڑ لیا ' وہ ہزار چیختا چلاتا رہا کہ مین مسیح نہین ہون یہودا ہون مگر وہان
اب کو سنتا تہا ، سب نے اتفاق کر کے یہودا کو پہانسی پر لٹکا دیا ۔

احادیث صحیحہ مین وارد ہے کہ قریب قیامت حضرت عیسےٰ آسمان سے اُترینگے
شادی کرینگے ان کے لڑکے بالے ہون گے ۔ امام مہدی سے ملکر اشاعت اسلام
مین کوشش کرین گے ۔ کفار کو مغلوب کرینگے اور سات برس زندہ رہ کر پہر انتقال
فرمائین گے ۔

مباحث

اس مجمل قصہ مین چند مسایل قابل بحث ہین جن کی توضیح و تصریح ضروری معلوم ہوتی ہے

پہلی بحث ۔ حضرت جبرئیل کا آدمی کی شکل مین متشکل ہو کر آنا ۔ اور یہ کچھ عجیب
امر نہین قرآن اور تمام کتب قدیمہ سے فرشتون کا وجود ثابت ہے اور عقلاً ایسا
وجود ممکن ہے اور ایسے ہی وجود کو فلاسفہ ارواح مجردہ کہتے ہین ۔

کہلا اور اس جیسے بہت کیڑون مکوڑون کو ہم شکل بدلتے دیکہتے ہین اور جب
ایسے ادنےٰ ترین مخلوق دوسری شکل مین متشکل ہو جاتے ہین تو فرشتون کا شکل
بدلنا کیون عجیب ہے ۔

دوسری بحث - حضرت عیسےٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا ممکن ہے - اس امکان کا ایک ثبوت بدیہی تو اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید مین دیا ہے کہ ہم نے آدم کو بلا مان باپ کے اپنی قدرت سے پیدا کیا - وہی مثال حضرت عیسےٰ کی بہی سمجہو تو جو خالق آدم کے بلا مان باپ پیدا کرنے پر قادر تہا کیا وہ عیسےٰ کو بلا باپ پیدا نہین کرسکتا بلکہ غور کرو تو حضرت عیسےٰ کی پیدائش سے زیادہ حضرت آدم ع کی پیدائش حیرت انگیز ہے -

حضرت عیسےٰ کے تو خیر مان تہی، آدم ع کے تو مان باپ کوئی بہی نہ تہا -

اطبا متفق ہین کہ مرد کی منی مین صرف قوت عاقدہ ہے اور عورت کی منی مین قوت عاقدہ و منعقدہ دونون ہے - پس ممکن ہے کہ قوت عاقدہ بلا شوہر کے حمل رہ جانیکا سبب ہوگئی ہو - انسان سے گذر کر ہم دیکہتے ہین کہ بعض مرغیان بلا مرغ کے جفتی کہاے انڈے دینے لگتی ہین - جن کو خاگی انڈے کہتے ہین - پس کیا تعجب ہے اگر اسی طرح ہیجان خواہش مین مریم ع کو آپ سے آپ حمل رہ گیا ہو - البتہ ایسا کبہی ہوا نہین مگر کبہی نہ ہونا نہ ہوسکنے کا مستلزم نہین ہے -

تیسری بحث حضرت عیسےٰ کا بچپن مین بولنا - یہہ انکی نبوت کی دلیل اور معجزہ ہے اور بچپن مین بولنا خلاف عادت ہی خلاف عقل نہین ہے -

چوتہی بحث - حضرت عیسیٰ ع کا آسمان پر زندہ مع الجسد چلا جانا - اس مین کوئی استبعاد نہین ہے - یورپ مین ریل فی گہنٹہ ساٹھہ میل کی مسافت طے کرتی ہو امریکہ مین ہوائی جہاز ایجاد ہو رہا ہے پس ممکن ہے کہ ان پیغمبر علیہ السلام ایسے کسی ذریعہ سے اوپر کو صعود فرما گئے ہون - ہم اس ذریعہ کو فرشتہ کہتے ہین - کہ وہ لطیف و قوی جسم اپنے پرون پر بٹہا کر انکو آسمان پر لے گیا -

پانچوین بحث - حضرت عیسیٰ ع کا قیامت تک زندہ رہنا - اور اس امر کو ہم بارہا لکہہ چکے ہین کہ طول حیات کوئی امر حیرت انگیز خلاف عادت نہین ہے کوئی پیدا ہونے سے پہلے مان کے پیٹ مین ہی مرجاتا ہے - کوئی بچہ پیدا ہوکر

مرتا ہے۔ کوئی تہوڑے دنون دنیا کی ہوا کہا کر والدین کو روتا چھوڑ جاتا ہے۔ کوئی نوجوانی مین دنیا کو خیرباد کہتا ہے، کوئی بالکل جوان ہوکر مرتا ہے۔ کوئی ادہیڑ ہوکر اولاد کو اپنے ماتم مین الوداع کہتا ہے، کوئی بوڑہا ہوکر سدہارتا ہے۔ پہر بڑہاپے مین کوئی پچاس سال کا، کوئی ساٹہہ برس کا، کوئی ستر برس کا، کوئی اسی برس کا، کوئی نوے برس کا، اور کوئی سو برس کا ہوکر راہی عدم ہوتا ہے۔

تاریخون مین بہت سے لوگون کا دو دو سو اور ہزار ہزار برس کی عمرین مرنا، مروی و ثابت ہے۔ پس عقل تجویز کرتی ہے کہ اس تناسب و تسلسل کے لحاظ سے ترقی کرتا ہوا، کوئی قیام عالم تک زندہ رہے اور قرنہا قرن صحت جسم و حواس کے ساتھہ نہ مرے تو قرین عقل و قیاس ہے۔ اس عقلی و امکانی دلیل کے علاوہ ہم قرآن و حدیث سے وقوع کا ثبوت بہی دیتے ہین۔

قرآن مجید کی سورۃ النساء مین فرمایا گیا ہے۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَ إِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ	اور (حقیقت مین) نہ تو انہون نے عیسیٰؑ کو قتل کیا اور نہ اونکو سولی چڑہایا مگر ان کو ایسا ہی معلوم ہوا (کہ ہم عیسےؑ کو سولی دیرہے ہین) اور جو لوگ اس بارہ مین اختلاف کرتے ہین تو وہ اس معاملہ مین شک مین پڑے ہین۔ انکو اس کی واقعی خبر تو ہے نہین مگر صرف اٹکل کے پیچھے دوڑے چلے جارہے اور یقیناً عیسےؑ کو لوگون نے قتل نہین کیا بلکہ ان کو اللہ نے اپنی طرف اٹہا لیا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے اور جتنے اہل کتاب ہین ضرور ان کے مرنے سے پہلے سب کے سب اُن پر (مسلمانون کاسا) ایمان لائین گے۔

فائدہ

آیۃ کریمہ سے کئی باتین ثابت ہوتی ہین۔

اول یہہ کہ یہود و نصاریٰ کا خیال وعقیدہ ہے کہ حضرت مسیح کو انکے دشمنون یعنے یہود نے سولی چڑہا دیا یا قتل کر دیا حالانکہ محض غلط ہے، نہ ان کو سولی پر چڑہایا گیا نہ انہین کوئی قتل ہی کر سکا۔

دوسرے یہود کو ایسا ہی معلوم ہوا کہ انہون نے عیسےٰ ع کو سولی پر چڑہا دیا اس لئے کہ دشمن مسیح علیہ السلام یہودا کی شکل وصورت بالکل انہین کی سی ہوگئی تہی اور انہین کو عیسےٰ ع سمجہکر سولی دی گئی۔

تیسرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے عیسیٰ ع کو اپنی طرف اٹہالیا۔ اتنا کہنے سے زندہ مع الجسد آسمان پر اُٹہایا جانا ثابت نہین ہوتا اس لئے بعد کو یون تفصیل کردی کہ جتنے اہل کتاب ہین وہ مسیح کے مرنے سے پہلے ضرور ان پر ایمان لائینگے۔ اس سے مصرح ہوگیا کہ جناب مسیح ابہی مرے نہین ہین، وہ زندہ مع الجسد آسمان پر موجود ہین۔ پہر دنیا مین نزول فرمائینگے اور انکے مرنے سے پہلے تمام اہل کتاب یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لائینگے۔

حدیث شریف مین اسی آیۃ کی تفسیر یون کیگئی ہے۔

حَدَّثَنَا اِسحَاقُ اَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَعِيْدَ ابْنَ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ

کہا بخاری نے کہ ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے یہ بیان کیا انہون نے کہا ہم کو یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی انہون نے کہا ہم سے میرے باپ نے انہون نے صالح بن کیسان سے انہون نے ابن شہاب سے انہون نے سعید بن مسیب سے انہون نے ابو ہریرہ سے سنا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتہہ مین میری جان ہے، وہ زمانہ قریب ہے کہ

فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية و يفيض المال حتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خيرا من الدنيا وما فيها ثم يقول ابو هريرة واقرؤا ان شئتم وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته

مریم ؑ کے بیٹے عیسےٰ ؑ تم لوگون مین حاکم عادل ہوکر اُتر ین گے پھر وہ صلیب (ترسول) کو توڑ کر پھینکدین گے (تثلیث کو باطل کرین گے) سُور کو مار ڈالین گے جزیہ موقوف کر دینگے (یا مسلمان ہو یا قتل ہو) اسوقت روپیہ بہت پھیل پڑے گا کوئی نہ لے گا ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا ابوہریرہ یہ حدیث روایت کرکے کہتے تھے کہ اگر تم چاہو تو (سورہ نساء کی) یہہ آیۃ پڑھو (جو اس حدیث کی موید ہے کہ) کوئی کتاب والا ایسا نہ ہوگا جو عیسےٰ ؑ کے مرنے سے پہلے انپر ایمان لائے

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام انبیائے اولوالعزم مین سے ہین۔ مگر صاحب کتاب تھے۔ یا نہین اس مین اختلاف ہے۔ کہتے ہین کہ کتابت کی ایجاد انہین سے ہوئی اور کثرت درس و مدارست کیوجہ سے ان کا لقب ادریس ہوا۔

حضرت ادریس کا شمار حکماء مین بھی کیا گیا ہے۔ وہ علم ہیات کے بڑے ماہر تھے آپ کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ اسی دنیاوی جسد کے ساتھہ زندہ آسمان پر اُٹھالئے گئے اور وہ تاقیامت آسمان پر ہی رہینگے۔

قرآن مجید مین سورہ مریم مین جو فرمایا گیا ہے۔

واذكر في الكتاب ادريس انه كان صديقا نبيا و رفعناه مكانا عليا

اور قرآن مین ادریس کا مذکور بھی کرو کہ وہ بڑے سچے (بندے اور) پیغمبر تھے اور ہم نے اُن کو اُٹھاکر بڑی اونچی جگہ مین داخل کیا ہے۔

اس سے بعض عالمون نے استدلال کیا ہے کہ حضرت ادریس ؑ آسمان پر

اپنے جسد کے ساتھہ زندہ ہین جیسا کہ حضرت مسیح ع کے باب مین کہتے ہین -
لیکن درحقیقت اس آیتہ سے حضرت ادریس ع کا مع الجسد آسمان پر اُٹہایا جانا
اور وہان زندہ رہنا ثابت نہین ہوتا۔ رَفَعْنَاہُ مَکَانًا عَلِیًّا کے لفظی معنی یہ
ہین کہ ہم نے ادریس ع کو اونچی جگہ پر اُٹہا لیا تو اس سے آسمان پر دنیاوی
جسد کے ساتھہ اُٹہایا جانا کہان سے نکلا؟ یون تو مردہ کو بہی بولا جاتا ہے
جیسا کہ اُردو مین بہی مستعمل محاورہ ہے مثلاً کوئی مرگیا تو کہتے ہین کہ فلان شخص
کو اللہ نے دنیا سے اُٹہا لیا یا فلان بزرگ دنیا سے اُٹہہ گئے - حالانکہ اس
کہنے کا یہ مطلب نہین سمجہا جاتا کہ وہ جسد سمیت آسمان پر چلا گیا - آیتہ مین
مَکَانًا عَلِیًّا سے حضرت ادریس ع کا علو مرتبت مراد ہے یعنی ہم نے انکا
مرتبہ اور درجہ بلند کیا کہ وہ نبی تہے اور ان کو بہشت مین جگہ دی - پس
آیتہ کے الفاظ سے یہہ نہین مفہوم ہو سکتا کہ خدا نے زندہ جسم سمیت چوتہے
یا ساتوین آسمان پر اوٹہا کر بٹہلا دیا جیسا کہ جمہور علماے اسلام کی رائے
ہمارے مطابق ہے - حدیثین جو حضرت ادریس ع کی حیات کے بارہ مین
مروی ہین وہ سب موضوع و غلط ہین جیسا کہ خضر کے بحث مین گذر چکا اور
اسی پر علماے اہل تحقیق کا اتفاق ہے -

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت الیاس ع جیسا کہ قرآن مجید مین مصرح ہے انبیاے مرسلین سے ہین
بعض مورخین نے لکہا ہے کہ خضر اور الیاس ع ایک ہی شخص ہین - بخاری
نے عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن العباس علیہما السلام سے نقل کیا ہے کہ الیاس
اور ادریس ع ایک ہی شخص ہین -

حضرت الیاس کے باپ کا نام بقول بعض یاسین ہے - بعض نے انہین
اولاد ہارون سے بتایا ہے - بعض نے فقط سام بن نوح کی اولاد سے

لکہا ہے اور بعضوں نے بتایا ہے کہ حضرت الیاسؑ حضرت خضرعؑ کے دادا کے چچا تہے
امام سیوطی نے ابن عساکر سے بحدیث واثلہ بن الاسقع روایت کی ہے کہ
ہم جنگ تبوک مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب تہے۔ جاتے
جاتے بلاد خدام مین ایک ایسی جگہ پہونچے جہان پانی نہین تہا۔ ناگاہ ہم کو
اپنے آگے بارش کے آثار دکہائی دئے آگے بڑہتے ہوئے ایک تالاب
کے نزدیک پہونچے۔ یہین پانی پیا۔ تہوڑی دیر آرام لیکر آگے چلے دو
گہڑی رات گذری ہوگی کہ ہمارے کانون مین آواز آئی جیسے کوئی مناجات
کر رہا ہو غور سے کان لگاکر سنا تو یہہ الفاظ سنائی دیئے "اے پروردگار
مجہکو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ مین کر" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے حذیفہ اور انس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ جاکر دیکہو یہہ کیسی آواز ہے؟
اور آواز دینے والا کون ہے؟

حذیفہ اور انس رضؓ کا بیان ہے کہ پہر ہم لوگ دریافت حال کے لئے نکلے
تہوڑے فاصلہ پر ایک مرد کو دیکہا جس کے بدن پر برف سے زیادہ سپید کپڑے
تہے منہ اور بال ایک رنگ سپید اور قد اس کا ہمارے قدون سے تین
حصہ اونچا تہا۔

ہم لوگون نے نزدیک پہونچکر سلام کیا۔ اس نے جواب دیکر کہا مرحبا
کیا تم لوگ رسول مکی کے قاصد ہو؟ ہم نے کہا ہان! اور آپ کون ہین؟
اس نے کہا مین الیاس پیغمبر ہون، مکہ معظمہ کے قصد سے نکلا ہون۔ جب
تمہارے لشکر کے پاس پہونچا، الگ فرشتون کا ایک لشکر نظر آیا، جبرئیلؑ
و میکائیل علیہما السلام جو لشکر ملائکہ کے افسر ہین مجہہ سے فرمایا کہ اسی لشکر مین
تمہارے بہائی محمد عربی ہین صلے اللہ علیہ وسلم۔ جاؤ ان سے ملو اور ان
کو سلام کرو یہہ کہکر حضرت الیاس نے حذیفہ و انسؓ سے فرمایا کہ تم لوگ
لوٹ جاؤ۔ اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام کہو اور عرض کرو کہ

مجھے لشکر مین آپ کے پاس آنے مین کوئی امر مانع نہین ہے صرف اس بات کا خوف کرتا ہون کہ لشکر کے اونٹ میرا بڑا قد دیکھکر بدکینگے اور اہل اسلام خوف کہا ئینگے آپ خود تشریف لائین تو مناسب ہے۔ حذیفہ کہتے ہین کہ یہہ سنکر ہم لوگون نے حضرت الیاس ؑ سے مصافحہ کیا اور لوٹ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ آنحضرت فی الفور تشریف لائے حضرت الیاس ؑ سے مصافحہ کیا اور معانقہ کیا اور دیر تک تشریف فرما رہے حضرت الیاس ؑ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ یارسول اللہ! مین سال مین ایک روز کہاتا ہون اور باقی سال بہر روزہ رکہتا ہون۔ آج میرے کہانیکا دن ہے۔ چاہتا ہون کہ آج آپ کے ساتہہ مل کر کہاؤن۔

یہہ گفتگو ختم نہین ہوئی تہی کہ آسمان سے ایک خوان اُترا جس مین روٹی اور مچہلی تہی۔ دونون پیغمبرون نے ملکر کہایا۔ فارغ ہوکر عصر کی نماز پڑہی پہر حضرت الیاس ؑ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوے پہر ہم نے دیکہا کہ ابر پر چڑہ کر آسمان کے طرف چلدیئے یہی حدیث تنزیہہ الشریعت مین اختصار کے ساتہہ مذکور ہے اور لکہا ہے کہ الیاس علیہ السلام کا قد تین سو ہاتہہ سے اونچا تہا۔

اس حدیث مین بہت سے مجاہیل ہین جو پہچانے نہین جاتے۔ حاکم نے اس حدیث کو مستدرک مین نقل کرکے لکہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ علامہ ذہبی نے اس حدیث کی تصحیح مین حاکم کی خوب تجہیل کی ہے اور صاف الفاظ مین لکہدیا ہے کہ ایسی واہی و مفتری حدیث کو صحیح کہتے ہوے حاکم کو شرم نہ آئی؟ بیہقی نے اسکو ضعیف قرار دیا ہے۔ قطب خیضری کا مقولہ ہے کہ دل اس حدیث کے موضوع ہونے پر گواہی دیتا ہے اور در حقیقت ہے بہی ایسا ہی کہ حدیث باطل و موضوع ہے جیساکہ تلخیص مستدرک مین تصریح کی ہے۔ یزید بن یزید البلوی نے اس حدیث کو افترا کیا ہے۔

مشہور ہے کہ خضر و الیاس علیہما السلام ہر سال مدینہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں آکر جمع ہوتے ہیں۔ یہاں سے جدا ہو کر اطراف عالم میں سیاحت کرتے پھرتے ہیں اور آڑے وقتوں میں خلق اللہ کی اعانت و امداد کرتے ہیں۔

زبدۃ الاعمال میں عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت خضر کی جاے سکونت بیت المقدس کے باب الرحمہ اور باب الاسباط کے بیچ میں ہے۔ ہر جمعہ کو پانچ مسجدوں میں نماز پڑھتے ہیں مسجد حرام میں مسجد مدینہ میں بیت المقدس میں مسجد قبا میں اور ہر جمعہ کو رات کیوقت مسجد طور کے اندر۔

ان دونوں میں حضرت الیاس عہ خشکی پر اور حضرت خضر عہ پانی پر متعین ہیں۔ ہر رات میں سد ذوالقرنین پر آکر یہ دونوں جمع ہوتے ہیں اور ہر سال حج کرتے ہیں کما مر حکایات حضرت شیخ عبدالقادر سید محی الدین جیلانی میں خضر کا تذکرہ بہت کیا گیا ہے اور اس طرح کی بہت سی روایات مشایخ طریقت سے مروی ہیں جو خضر و الیاس عہ کے زندہ رہنے پر دلالت کرتی ہیں۔ بڑے بڑے صوفیہ کرام رحمہم اللہ تعالے نے لکھا ہے کہ اُنھوں نے حضرت خضر عہ سے ملاقات کی اور اُن سے مستفید ہوے۔

ہم ایسے پرہیزگاروں اور اتنے کثیر التعداد اکابر کو جھٹلانے کی جرت نہیں کر سکتے تو جب طول حیات مستبعد نہیں ہے۔ ممتد زمانہ اور قرنہا قرن تک انسان کا زندہ رہنا ممکن ہے خضر کا مرنا بالکل غیر متحقق ہے۔ ثقہ اور پرہیزگار صاحب دل۔ لوگوں کی بڑی جماعت حیات خضر کی اقراری ہے اور ان سی اپنی ملاقات کا ہونا بیان کرتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کے خلاف روش اختیار کریں۔

ہمارے والد ماجد مولوی ابو الجلال محمد اعظم رحمتہ اللہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ کتب و کلام صوفیہ میں جو اکثر خضر کا مذکور ہوا ہے اور بہتوں نے خضر عہ سے ملاقات کا ہونا اور تعلیم پانا لکھا ہے اس سے مراد رہبر و مرشد کامل ہے۔

اور یہہ ایک اصطلاحی لفظ ہے۔
استاذی مولوی عنایت رسول عباسی چیریا کوٹی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ خضرؑ کا ہمیشہ زندہ رہنا اور ان کا پانی پر متعین ہونا جو مشہور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خضر سے مراد پانی کا رب النوع ہے۔

ظلمات اور آبحیات

تفسیر مدارک التنزیل مین لکہا ہے کہ ذوالقرنین نے کہین صحف انبیا مین یہہ دیکہہ لیا کہ سام بن نوحؑ کی اولاد مین ایک شخص ہوگا جو آبحیات کی تلاش مین نکلے گا۔ آبحیات کے چشمہ تک پہونچیگا۔ اس چشمہ سے پانی پیئے گا اور پہر ہمیشہ زندہ رہے گا۔
کتاب نیابیع مین لکہا ہے کہ ایک بہت بوڑہے، تجربہ کار اور معتمد شخص نے ذوالقرنین سے بیان کیا کہ ہم نے حضرت آدم کی وصیت مین جو انہون نے اپنے فرزند شیث علیہ السلام کو کی تہی یہ دیکہا ہے کہ اللہ تعالی کی وسیع زمین مین ایک مقام ظلمات ہے جہان اندہیرا رہتا ہے اور یہین چشمہ آبحیات ہے جس کا پانی پی لینے سے حیات جاوید ملتی ہے۔ بہرحال جب ذوالقرنین اکو آبحیات کے وجود سے اطلاع ہوئی۔ اس نے فوراً سفر کا ساز و سامان کیا۔ اپنے وزیر اور خالہ زاد بہائی حضرت خضر کو ساتہہ لیا اور آبحیات کی تلاش مین چل نکلا۔ ظلمات مین پہونچکر خضر کا ساتہہ چھوٹ گیا اور ذوالقرنین راہ بہول کر دوسری طرف جا رہا۔ حضرت خضر عین الحیات تک پہونچے حیات جاوید بخشنے والا پانی پیا اور خدا کا شکر بجالاے۔ اسی وجہہ سے وہ ابتک زندہ ہین اور قیامت تک زندہ رہینگے۔

۱ اٹھارہ روز تک سکندر ادہر ادہر بہٹکتا رہا۔ اسکے بعد عراق چلا آیا۔ سچ ہے ؎
تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل ❊ کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

غزل مولف

دوست میرا جو وہ رشک مہ تابان ہوتا
دشت غربت مین مکرم نہ پریشان ہوتا

سرو قامت پہ کبھی اپنے نہ نازان ہوتا
جا کے گلشن مین جو وہ طفل خرامان ہوتا

غرق گرداب تحیر مہ تابان ہوتا
شکم یار تہ چرخ جو عریان ہوتا

مین اگر فرقت محبوب مین گریان ہوتا
تر میرے آنسوؤن سے دشت و بیابان ہوتا

سیر ظلمات کی کیون خضر اٹھاتا زحمت
گر میسر اسے بوس لب جانان ہوتا

مشتری بہر خریداری فلک سے آتی
سر بازار کھڑا تو جو میری جان ہوتا

آسمان جون کف سیلاب دکھائی دیتا
غم جانان مین اگر مین کبھی نالان ہوتا

ایک بوسہ لب جانان سے اگر دلیتا
آب کوثر کا تو مشتاق نہ رضوان ہوتا

شیر وحشت سے میری بھاگتا روباہ صفت
مین نیستان مین اگر جا کے فروشان ہوتا

عکس چہرہ سے شب غم کی سیاہی جاتی
گو دین میری جو وہ شاہ حسینان ہوتا

تو ہر اک بات کو کہتا ہے بھولی ظالم
بھول جانیکا میرے ہی کبھی نسیان ہوتا

تیری ہاتھون کی جو مہندی نظر آتی اسکو
شفق اپنی سے خجل گنبد گردان ہوتا

یارب اس ذلت فاحش سے بچایا تو نے
کہ مین اس بزم مین جاتا تو پشیمان ہوتا

چاندنی رات ہے خلوت ہے پری ہو گئی ہے
کیا مزا وصل مین ہوتا جو گلستان ہوتا

صفت رحم الٰہی جو نہ ہوتی تجھ مین
امر مشکل کوئی دنیا مین نہ آسان ہوتا

آیۂ ثم رددناہ نہ ہوتی نازل
تابع حکم خداوند جو انسان ہوتا

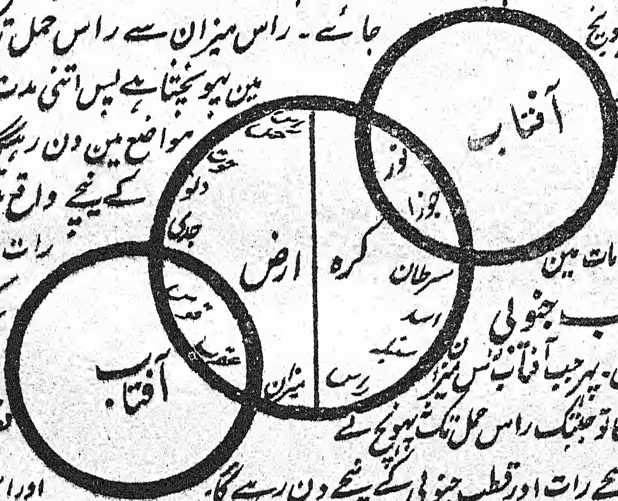
درد و غم تھا یہ مری قسمت مین ازل ہی از بس
غم ہجران جو نہ ہوتا غم جانان ہوتا

حیدرآباد مین رہتا نہ مکرم ہرگز
عشق تیرا نہ اگر سلسلہ جنبان ہوتا

ان روایات کی صحت کے ہم ذمہ دار نہین ہین لیکن اس قصہ مین جو امور بیان کیے گئے ہین وہ ممکن الوقوع ہین - اگر یہ واقعات ہوے ہون تو اس مین شمہ برابر بھی کوئی استبعاد نہین ہے -

البتہ ظلمات اور آبحیات کی حقیقت اور ان کا وجود ضرور ہے

جو لوگ علم ہیات سے واقف ہین وہ جانتے ہین کہ آفتاب جب راس حمل سے شمال کی طرف بڑہتا ہے تو قطب شمالی کے نیچے دن اور قطب جنوبی کے نیچے رات ہوتی ہے یہان تک کہ آفتاب اپنی خاص حرکت کے ساتھہ راس میزان تک پہونچ جائے۔ راس میزان سے راس حمل تک آفتاب چھہ مہینے مین پہونچتا ہے پس اتنی مدت تک ان مواضع مین دن رہیگا جو قطب شمالی کے نیچے واقع ہین اور اون مقامات مین رات رہے گی جو قطب جنوبی کے نیچے واقع ہین۔ پھر جب آفتاب راس میزان سے آگے بڑھے گا تو جبتک راس حمل تک پہونچ لے قطب شمالی کے نیچے رات اور قطب جنوبی کے نیچے دن رہے گا۔ اور اس کی مدت بھی چھہ مہینے ہے پس چھہ مہینے تک اون مواضع مین رات رہیگی جو قطب شمالی کے نیچے واقع ہین۔ اور ان مقامات مین دن رہیگا جو قطب جنوبی کے نیچے واقع ہین یہ تصریح تو قدیم علم ہیات کے مطابق ہے



ظلمات کی یہی اصلیت ہے اور ممکن ہے کہ کبھی بعض مقامات مین ہمیشہ دن رہتا ہو اور بعض مقامات مین ہمیشہ رات رہتی ہو۔

آب حیات درحقیقت یہی پانی ہے جو دن رات ہمارے مصرف مین رہتا ہے۔ اسی کی وجہ سے حیوانات و نباتات بلکہ جمادات کو بھی قیام و حیات ہے۔ پانی نہ ہو تو نہ انسان زندہ رہ سکتا نہ دنیا مین کوئی چیز قایم رہ سکتی جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ یہ بھی اللہ کی قدرت سے ممکن ہے کہ اس نے ان مواضع قطبیہ مین جہان اکثر بالکل اندھیرا

رہتا ہے اور آبادی کمتر ہوتی ہے کسی مقام پر ایسا چشمہ جاری کیا ہو جس کے پانی مین یہ تاثیر ہو کہ پی لینے سے انسان و حیوان ہمیشہ زندہ رہے۔

اشیار کے خواص سے انکار نہین ہو سکتا۔ ایک چیز کے استعمال سے سخت سے سخت مہلک سے مہلک مرض فی الفور دفع ہو جاتا ہے۔ کسی چیز مین یہ خاصیت ہے کہ اس کے کہا لینے سے جاندار فوراً مر جاتا ہے وغیر ذلک بنا برین علیہ ہم کہہ سکتے ہین کہ چند اجزار ارضی وغیرہ کے خواص واثر سے اگر کسی مقام کے پانی مین یہ تاثیر ہو کہ اس کے پی لینے سے جاندار کی حیات بڑہ جاے اس کے قوے اور قوی ہو جائین یا مردہ کی حلق مین یا جسم پر پڑے اور وہ زندہ ہو جاے تو یہ کچہہ مستبعد نہین ہے بلکہ عقلاً ممکن ہے اور حدیثون سے اسکا ثبوت ملتا ہے

دلچسپ بحث

نماز پنجگانہ نمازون کے مقادیر کا بیان جو کتب فقہ مین مذکور و منصوص ہے، انہین بلاد و مواضع مین ٹہیک اتر سکتا ہے جہان رات دن دونون مساوی ہون یعنی بارہ گہنٹہ کا دن اور بارہ گہنٹہ کی رات یا اعتدال کی ساتہہ کم و بیش ہو۔

جن مقامات مین تیئس گہنٹون سے زیادہ کا دن اور ایک گہنٹہ سے کم کی رات ہوتی ہو وہان عشا کا وقت نہ ہوگا کیونکہ یہان شفق کی سرخی اور صبح کی سرخی باہم متقرن ہوگی جیسا کہ علم ہیئات مین مقرر ہو چکا ہے۔

جن مقامات مین کہ ایام گرما مین تیئس گہنٹہ کا دن ہوتا ہو وہان دن کیوقت ظہر و عصر اور رات کے وقت مغرب و فجر فرض ہوگی۔ نماز عشا نہین ہوگی کیونکہ شفق کی سرخی کے باقی رہنے کی حالت مین صبح کی سرخی ظاہر ہو جائے گی پس شفق کی سرخی کے بعد اور صبح کی سرخی سے پہلے عشا کا وقت

نہین مل سکتا اس لئے کہ ایک وقت مین دو سرخیان متقرن ہونگی لیکن یہ
بات ان لوگون کے مذہب کی بنا پر ہے جن کے نزدیک عشا کا وقت
شفق کی سرخی کے بعد ہوتا ہے - امام مالک اور شیعون کے مذہب پر جو مغرب
وعشا کے اشتراک وقتین کے قائل ہین - ممکن ہے کہ یہان عشا کو وقت ملجائے
وہ مقامات جہان تئیس ۲۳ گھنٹون سے زیادہ کا دن اور ایک گھنٹہ
سے کم کی رات ہوتی ہو وہان غروب آفتاب کے بعد سے طلوع تک اگر
تین رکعت بہر کا وقت مل سکے تو گرمیون مین رات کے وقت فقط مغرب
کی نماز فرض ہوگی اور عشا و فجر ساقط ہوگی اور دن کے وقت ظہر وعصر
دونون فرض ہونگی - مگر ایام سرما مین رات کی کل نمازین فرض ہونگی
اور دن کے وقت ظہر وعصر دونون ساقط ہونگی - کیونکہ جسطرح گرما
مین غروب سے طلوع تک تین رکعت پڑہنے کا وقت ملے گا اسی طرح
جاڑون مین طلوع سے غروب تک کا حال ہوگا پس نصف النہار کے بعد
فقط ڈیڑہ رکعت کا وقت رہ جائے گا اور اتنا وقت اداے ظہر کیلئے کافی
نہ ہوگا تو عصر بطریقہ اولے نہ پڑہ سکینگے اگر غروب آفتاب کے بعد سے
طلوع تک دو رکعت کا وقت مل سکے تو گرمیون مین رات کے وقت صرف
نماز فجر فرض ہوگی اور مغرب وعشا ساقط ہوگی اور دن کے وقت ظہر
وعصر دونون واجب الادا ہونگی پس ایام سرما مین رات کی کل نمازین
واجب اور دن کی دونون نمازین ساقط ہونگی -

اگر غروب سے طلوع تک دو رکعت کا وقت بہی نہ مل سکے تو گرمیون
مین رات کی کوئی نماز فرض نہ ہوگی اور دن کی سب نمازین فرض ہونگی -

ہان اُن بلاد و مقامات مین جہان چہہ مہینے کا دن چہہ مہینے کی رات ہوتی ہو
رات کی تینون نمازین (مغرب - عشا - فجر) فرض ہونگی اس لئے کہ اللہ تعالی
نے ہر رات مین تین نماز فرض کی ہین عام اس سے کہ رات بڑی ہو یا چہوٹی

بشرطیکہ نماز ادا کرنیکے لئے وقت کافی ہو، اور جبکہ اِن مواضع مین رات کی مدت چھہ مہینے کی ہے تو چھہ مہینے مین تین وقت کی نمازین فرض ہونگی اور ان نمازون کے اوقات کے پہچاننے مین کسی قسم کی دشواری پیش نہین آئے گی کیونکہ صبح کی سرخی طلوع شمس کے پہلے ظاہر ہوگی اور ایک زمانہ دراز تک باقی رہے گی لیکن انہی مقامات مین دن کے وقت کی کوئی نماز فرض نہ ہوگی اس لئے کہ وقت کا پہچاننا نہایت مشکل ہوگا اور ممکن ہے کہ ظہر کا وقت طلوع آفتاب سے تین مہینے کے بعد ہو کیونکہ ظہر کی نماز نصف نہار کے بعد فرض ہوتی ہے۔ اور دن کی مدت یہان چھہ مہینے ہے پس یہان کا نصف النہار تین مہینے بعد ہوگا اس کے بعد ظہر کا وقت ہے جو ڈیڑھ مہینے تک باقی رہے گا اس لئے کہ ان بلاد بعیدہ کے سوا دوسرے مقامات مین ظہر کا وقت دن کے ربع ثالث تک رہتا ہے ان مواضع مین ربع کی مقدار ڈیڑہ مہینے ہے پس ظہر کا وقت نصف النہار سے آخر ربع ثالث تک باقی رہے گا جسکی مدت ڈیڑہ مہینے ہوتی ہے۔

ظہر کے بعد غروب آفتاب تک عصر کا وقت ہے اور اسکی مقدار بہی ڈیڑہ مہینے حاصل یہہ ہے کہ ان مواضع قطبیہ مین اگر نماز کی فرضیت تسلیم کر لیجائے اس دلیل سے کہ اللہ تعالے نے ہر دن مین دو نمازین فرض کی ہے بشرطیکہ ادا ئے نماز کا وقت کافی ملے عام اس سے کہ دن بڑا ہو یا چھوٹا تو پورے سال مین صرف پانچ وقت کی نمازین فرض ہونگی جو ہمارے واسطے ان مواضع قطبیہ مین ایک دن کے برابر ہے۔

اب واضح ہو کہ اُن مواضع مین جو قطب شمالی اور قطب جنوبی کے نیچے واقع ہین انہین بلاد عرب وعجم کی طرح احکام شرعیہ جاری کئے جائین تو اسکا ضابطہ یہہ ہے کہ ہر فرض جس کے ادا کرنے کا وقت کافی معلوم ہو اور مل سکے تو وہ اُس جگہ فرض ہے اور ہر فرض جسکے ادا کرنیکے لئے کسی جگہ کافی وقت نہ ملے وہان بہ سبب انعدام وقت فرض نہ ہوگا چنانچہ قرآن مجید مین اللہ تعالی فرماتا ہے

إِنَّ الصَّلوٰةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا یعنے نماز مسلمانوں پر
بہ قید وقت فرض ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جہان نماز کا وقت ملے وہان فرض ہے اور جہان کافی وقت نہ ملے وہان یہ فرض نہین ہے۔ پس جہان چھ مہینے کا دن چھ مہینے کی رات ہوتی ہو وہان طلوع آفتاب سے تین مہینے کی مدت تک ظہر کا وقت نہین ہوگا۔ زوال آفتاب تک کوئی شخص نماز پر مکلف نہین ہوگا اور ظہر کا وقت عرصہ دراز تک باقی رہے گا۔ کما مرّ

روزہ نماز کی فرضیت وعدم فرضیت کے بیان سے ان مواضع قطبیہ مین روزہ کا فرض نہ ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

اولاً اس وجہ سے کہ شرعی روزہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے اور ان مواضع قطبیہ مین ایک روزہ چھ مہینے کا ہوگا جو انسانی طاقت سے خارج ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا یعنے اللہ کسیکو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہین دیتا چھ مہینے تک بے آب ودانہ رہنا انسانی طاقت سے باہر بات ہے اس لئے یہان روزہ فرض نہ رہا۔

ثانیاً اس وجہ سے کہ شہر رمضان کے روزے تیس ۳۰ دنون مین ہوتے ہین پس اگر صائم نے ان مواضع قطبیہ مین روزہ کی نیت کرلی تو دن کے چھٹوین حصہ تک پہونچکر رمضان کا پورا مہینہ تمام ہوجائیگا، باوجود اس کے کہ ابھی شرعی ایک روزہ پورا نہین ہوا کیونکہ دن کے پانچ سدس ہنوز باقی ہین۔

اس اجمال کی شرح یہ ہے کہ رمضان کے تیس یا انتیس دن ملکر ایک مہینہ کے حکم مین ہین ان مواضع قطبیہ کا ایک دن چھ مہینے کا ہوتا ہے ایک مہینہ چھ مہینے کا چھٹوان حصہ ہے۔ پس رمضان کا پورا مہینہ یہان کے ایک دن کا چھٹوان حصہ ہوگا۔ تو ظاہر ہے کہ جب روزہ دار یہان دن کے چھٹوین حصہ تک پہونچیگا تو رمضان کا پورا مہینہ تمام ہوجائے گا درحالیکہ دن کا پانچ حصہ ابھی باقی ہے پس

تمام رمضان کا روزہ ایک شرعی روزہ بھی نہ ہوگا۔

ثالثاً اسوجہہ سے کہ رمضان کا مہینہ یا تو ان مہینون مین سے ہوگا جو دن کی مدت ہے یا ان مہینون سے جو رات کی مدت ہے۔ اگر ان مہینون مین سے ہے جو رات کی مدت ہے تو رمضان کا روزہ یقیناً فرض نہ ہوگا کیونکہ روزہ کی فرضیت دن کے وقت ہے۔

اگر رمضان کا مہینہ دن کی مدت مین ہے تو کل ماہ رمضان کا روزہ بھی ایک شرعی روزہ نہ ہوگا اس لئے کہ ماہ رمضان کی ابتداء ان مواضع قطبیہ مین اگر صبح صادق (خط ابیض) سے ہے تو اس کا آخر، دن کے چھٹوین حصہ تک ہوگا پس تمام مہینے کا روزہ دن کے چھٹوین حصہ تک غروب آفتاب سے پہلے ختم ہو جائے گا اور یہہ روزہ شرعی روزہ نہین ہو سکتا۔ اس لئے کہ شرعی روزہ غروب آفتاب تک ہے، دن کے چھٹوین حصہ تک نہین ہے۔ ہان اگر ماہ رمضان کی ابتداء دن کے وسط سے ہو تب بھی یہہ روزہ درست نہ ہوگا کیونکہ روزہ کا اول و آخر دونون اس صورت مین دن کے وقت واقع ہوگا اور ایسا روزہ شریعت محمدیہ مین صحیح نہین ہے۔

رابعاً اسوجہہ سے کہ قرآن مجید مین ہے فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (ترجمہ) پس تم مین سے جو شخص اس مہینہ مین موجود ہے اس کو چاہئے کہ روزہ رکھے شہر سے مطلب شہر رمضان ہے کیونکہ اس سے پہلے ہی شہر رمضان کا ذکر ہو چکا ہے کما قال تبارک وتعالے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ اور اسی سلسلہ مین یہ آیت ہے تو مطلب یہ ہوا کہ تم مین سے جو شخص رمضان کے مہینہ مین موجود ہو یا رمضان کا مہینہ پالے وہ رمضان کے روزہ رکھے۔ مگر ظاہر ہے کہ جہان چھہ مہینے کا دن چھہ مہینے کی رات ہوتی ہے وہان رمضان کا کوئی مہینہ قرار نہین پا سکتا پس ان مواضع قطبیہ مین نہ رمضان کا مہینہ کوئی پا سکتا نہ اوسپر روزہ رمضان فرض ہو سکتا۔

ان چار دلیلون کے علاوہ اور بہی وجوہ ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان مقامات ہین جہان چھہ مہینے کا دن چھہ مہینے کی رات ہوتی ہو اور جہان تیئس گہنٹہ کا دن ایک گہنٹہ کی رات ہوتی ہو روزہ فرض نہین ہے۔

بہر حال ان مواضع قطبیہ مین نماز اور روزہ کی فرضیت نہ عقلی وجوہ سے ثابت ہے نہ شرعی دلائل سے كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى مَن لَه عَقلٌ زَكِيٌّ وَقَلْبٌ سَلِيْم

ف جب دنیا مین چھہ مہینے کا دن اور چھہ مہینے کی رات کا ہونا مسلم ہے تو ہنگامہ قیامت کا جو عالم ہی دوسرا ہے، ایک دن یہان کے ہزار برس کے برابر ہو تو کچہ مستبعد نہین سمجہنا چاہیے۔ قَالَ اللهُ تَعَالٰى اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ اللهِ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّوْنَ۔ فقط

۱۱ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

تمت

التماس اصلاح - حضرات ناظرین! مطالعہ کتاب سے پہلے ذیل کی غلطیون کی اصلاح فرمالین فقط الملتمس منیجر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١	١	سجمہ کے زیر	سجمہ کے ضمہ	٢٠	١٠	کیون پائی	کیون نہ پائی	١٦١	١٨	پائی	پائی ہین
٣	٦	علامیہ	علامہ	″	٢١	کلی نہین	کلی نہین کی	٦٣	٦	سد	جوسد
٣	٢٣	جوامد	کہ جوامد	٢١	١٩	مچھلی راہ	مچھلی کی راہ	٦٣	٢٢	ہیرتانا حکن	ہوتانا حکن
٥	٢٣	متزاو	مستزاو	٢٢	٦	تام	تام ہین	٦٧	١٤	دہ	کردہ
٦	١	ضمن محرم ماتبیا پسندیدہ کلام	ناپسندیدہ امر ہے	″	١٦	پر اسکا سایہ	زمین پر اسکا سایہ	٦٨	٢	کیسی ہزار	کیسی کا ہزار
٦	٢٣	ہمارے	تمہارے	٢٣	١٦	کوئی تم سے	کوئی تم ہین سے	٧١	٦	الامان	الآن
٧	٩	جب مین	جب تک مین	٢٩	٧	حیوان متعلق	حیوان اسے تعلق	٧٣	٧	ان کو خضر	ان خضر
٨	٢٢	کیون	کیونکہ	″	١٦	استون خانہ	استون حنانہ	٧٤	٢٠	دلیلین	دلیلین دیکھو
٩	٣٠	اگر گریا غوغائی	گر گریا غوغائی	٣٠	١	کچھ مفصل نہین	کچھ نہین	٧٧	١٤	مولوتی الیہ	سوی الیہ
١٠	١٨	بڑا	بڑی	٣٣	٢	ہیچ	ہیچ پر	٧٩	١٨	معترض تو	معترض نے
″	٢٣	صرف	طرف	٣٥	١٣	کیونکہ کبھی	کیونکر کبھی	٨٣	١١	اب کو سنتا	اب کون سنتا
١١	٩	کھادیا	کھاتا دنیا	٣٨	١٧	اور جب	پس جب	٨٧	٤	جزیہ موقوت	جزیہ قائم
″	١٥	حقیقت تمکو بتا ہے	حقیقت بتلے	٤٢	١٧	سکندر	سکندر نے	″	١٨	قیامت آسمان	قیامت تک آسمان
١٣	٢٠	ثبوت سے	ثبوت عالم سے	٤٤	٢	بحال	بہال	٩٣	٢	دوست میرا	دوست اپنا
١٦	١٠	دنیابھر	دنیا بھر کے	٤٦	١٣	سبکے کہ	کہے کے	″	٤	تیجیر تغ	شب سیہ مین
″	١٢	ان	ان کی	٥٥	١	بنی ہوتا	کانی ہوتا	″	٩	آب کوثر کا دشتا	آب کوثر کا ساگرو
″	١٩	اس سے	ان سے	″	١٨	تخیف	سخیف	٩٤	١٨	متقرن	متقرن
١٨	٢١	اس شرقی	اسکا شرقی	٥٩	٣	ردم کی	ردم کو	١٠٠	٨	متعبد	مستبعد

اختر دکن بک ڈپو

ہم نے اپنے کارخانہ میں اردو کورس کی کتابون کا پورا اسٹاک فراہم کیا ہے اور عام شائقین کتب بینی کی سہولت کے خیال سے ناول قصص ـ سائنس ـ نجوم وغیرہ دوسرے علوم و فنون کی دلچسپ کتب مفیدہ کا اعلیٰ اور کافی ذخیرہ بھی مہیا کر لیا ہے مضامین عالیہ کی وہ کتابین جن کی خوبی محتاج بیان نہین ہے خصوصیت کے ساتھ اس کارخانہ مین چھپی ہین ـ لہذا یہ اطلاع دینا ہمارا فریضہ ہے کہ شائقین اور طلبہ دور جانے کی دقت نہ اٹھائین اور جن اور جس قسم کی کتابون کی ضرورت ہو بلا تکلف ہمارے کارخانہ سے طلب فرمائین انشاء اللہ کتابین اچھی صحیح اور قیمت مین ارزان ہی ثابت ہونگی ـ المشتہر منیجر سید محفوظ علی مہتمم اختر دکن پریس

دلائل الخیرات مترجم مع حاشیہ مفتاح الدلائل ٭ بروایت سید علی حریری حضرت شیخ مولانا صوفی محمد اسرار اللہ شاہ حسینی المعروف بہ سید شاہ محمد امام صاحب قبلہ نے اپنے سلسلہ کی خاص اجازت کے ساتھ ... ہم کرا کے ساتھ ہی جدید فوائد مخصوصہ مجربہ متعلقہ دلائل شریف کو طبع کرا کر ... قیمت مجلد ایک روپیہ ـ

مشیر نسوان مصنفہ علیا محل سید ہمایون مرزا صاحب بیرسٹر ایٹ لا جسکی ہزار ون جلدین ہاتھون ہاتھ طبقہ نسوان مین بک کر مقبول عام ہو چکی ہین اور صلہ مین مصنفہ کو قوم کی طرف سے طلائی تمغہ مرحمت ہوا تھا طبع ثانی دوبارہ طبع ہوئی ہے اس دفعہ قصہ کا اسلوب بھی بدل دیا ہے اور بہت کچھ اضافہ بھی ہوا ہے ملک کے سربرآوردہ مشاہیر علما اور اخبارات نے جو ریویو کئے ہین جنکا دیکھنے سے تعلق ہے موزون تقطیع پر پہلے سے کہین زیادہ خوشخط اور صاف طبع ہوئی ہے بغرض افادہ عام قیمت گھٹا کر بجائے عہ صرف ایک روپیہ کر دیگئی ہے

وصال حق ـ اس رسالہ مین وہ شکوک رفع کئے گئے ہین جو آجکل علوم جدیدہ کے ماہرون کے دلون مین مذہب کی نسبت پیدا ہوتے ہین کتاب قابل دید ہے قیمت ۸

سلوک ـ اس کتاب مین معرفت و حقیقت کا دریا کوزہ مین بھر دیا گیا ہے اور تمام اسرار باطن ... گئے ہین ملک کو اس کتاب کی اشد ضرورت تھی اور یہ اردو فلسفہ تصوف مین آپ اپنی نظیر ہے ... اس مین فروگذاشت نہین کیا گیا ہے قیمت ایک روپیہ

علاج الماموں لدفع مرض الطاعون ... احمد صاحب ـ جسمین مرض طاعون کے حفظ ما تقدم اور نسخہ جات مفید اور معلومات علمی طبی اصول صحت ... قدر لکھی ہین ایسی کتاب اب اس مرض کی ... مین ... لکھی گئی ... قیمت ۸

